ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت راشدہ کا نظام

4تا10 ربیع الاوّل 1448ھ/ 18تا24 اگست 2026ء

اس شمارے میں

اتحادِ اُمّتِ مسلمہ اور پاکستان کی سلامتی (2)

اُمّتِ مسلمہ کے لیے راہِ نجات اور رجوع الی القرآن

زوالِ اُمّت کے اسباب اور نجات کی راہ

نظام صرف ناکام نہیں ہوا بلکہ......

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمتیں کیوں ملیں؟ (2)

کہاں ہیں اہلِ فکر......

پاکستان کے قیام کا اصل مقصد

27 رمضان المبارک بمطابق 14 اگست 1947ء کو مملکت خداداد پاکستان کا قیام نہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک نایاب تحفہ تھا بلکہ عالم اسلام کے لیے بھی کسی معجزہ سے کم نہ تھا۔ قیام پاکستان محض ایک سیاسی معاہدہ نہیں تھا بلکہ اس آزادی کے حصول کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا، بستیاں اجڑیں، مسلمانوں کو آگ و خون کا عظیم دریا عبور کرنا پڑا۔ پاکستان کے حصول کے لیے پاک و ہند کے مسلمانوں نے یہ نعرہ لگایا تھا ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ یعنی پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو، پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہو، قرآن کا نظام ہو، مغربی تہذیب کے بجائے اسلامی تہذیب ہو۔ مغربی قوانین کی جگہ قرآن اور سنت رسول ﷺ کے روشن قوانین ہوں۔ آیا ہم 79 سال تک اس مقصد میں کامیاب ہو سکے۔ یقیناً نہیں! قائداعظم محمد علی جناحؒ نے آزاد پاکستان کے بارے میں فرمایا تھا: ”ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں پر ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔“ (13 جنوری 1948ء، اسلامیہ کالج پشاور)

فرید اللہ مروت
رکن مجلس ادارت

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

کفار کی مخالفت سے رنجیدہ نہ ہوا جائے

سُوْرَۃُ لُقْمٰن | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 23،24

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

آیت ۲۳ ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) جو کوئی کفر کرے تو اُس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرنے پائے۔''

﴿اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ﴾ ''ہماری ہی طرف ان سب کو لوٹنا ہے‘ پھر ہم انہیں آگاہ کر دیں گے ان کاموں کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾﴾ ''یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے اسے بھی جو سینوں میں چھپا ہوا ہے۔''

آیت ۲۴ ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾﴾ ''ہم انہیں تھوڑی دیر کے لیے مال و متاع دے رہے ہیں‘ پھر ہم انہیں کھینچ کر لائیں گے ایک بہت گاڑھے عذاب کی طرف۔''

ہم نے انہیں دُنیوی زندگی کی صورت میں تھوڑی سی مہلت دی ہے‘ جس میں وہ دنیا کے ساز و سامان کو کام میں لاتے ہوئے مزے لوٹ لیں۔ پھر ہم انہیں پکڑ کر بہت سخت عذاب کی طرف دھکیل دیں گے۔

درس حدیث

خوش نصیب کون؟

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ ؓ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهٗ كَفَافًا وَقَنَعَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت فضالہ بن عبید ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''خوش نصیب ہے وہ جسے اسلام کی توفیق ملی اور اُسے بقدرِ ضرورت زندگی کا سامان حاصل ہے اور وہ اُس پر مطمئن ہے۔''

تشریح: کسی انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی اس کا مسلمان ہونا اور نعمت اسلام سے بہرہ ور ہونا ہے کہ اس نعمت کے ساتھ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں وابستہ ہیں۔ اس کے ذریعہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچانتا ہے...... اُس میں حق اور باطل، خیر اور شر، حلال اور حرام، نیکی اور بدی میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ راہ صداقت پر چل کر کامیابی کی منزل پر پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر ان گنت انعامات میں سے سب سے بڑا انعام نعمت ہدایت ہے۔ حدیث کے مطابق دوسری نعمت وخوشی یہ ہے کہ اس قدر روزی حاصل ہو جائے، جو اسے کفایت کرے، اور تیسری خوش نصیبی کی علامت یہ ہے کہ آدمی اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
4 تا 10 ربیع الاول 1448ھ جلد 35
18 تا 24 اگست 2026ء شمارہ 31

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: * فرید اللہ مروت * محمد رفیق چودھری * وسیم احمد باجوہ * خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سنگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

اتحادِ اُمّتِ مُسلمہ اور پاکستان کی سلامتی

اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو موقع دیجیے!

(حصہ دوم)

گزشتہ شمارہ میں ہم دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد عالمی سطح پر 4 اہم تبدیلیوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ چوتھی اور آخری سطح پر مسلمان ممالک جو کم وبیش 13 صدیوں تک دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور رہ چکے تھے، ان میں قومیت اور دین کے احیاء کی بنیاد پر تحریکوں کا آغاز ہوا۔ ایسی ہی ایک تحریک جو برصغیر میں مسلم قومیت کی بنیاد پر برپا کی گئی، اُس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت برصغیر کے مسلمانوں کو عطا ہوئی اور پاکستان معجزانہ طور پر معرضِ وجود میں آ گیا۔ تحریکِ پاکستان کے مقبول ترین نعروں "پاکستان کا مطلب کیا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" اور "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" نے برصغیر کے مسلمانوں میں ایسا ولولہ اور جذبہ پیدا کیا کہ انگریز اور ہندوؤں کی دُہری غلامی سے نجات مل گئی اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان قائم ہو گیا۔ مدینہ کی ریاست کے بعد پاکستان وہ واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا۔

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ابتدائی چند سالوں کے دوران مملکتِ خداداد میں دین کو قائم و نافذ کرنے کی طرف کچھ پیش قدمی ہوئی۔ 1949ء میں قراردادِ مقاصد منظور ہوئی اور 1951ء میں تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے 31 جید علمائے کرام نے اتمامِ حجت کرتے ہوئے 22 نکات پیش کر دیے کہ ان کی بنیاد پر پاکستان کو عملی طور پر ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا دیا جائے، ہم سب اس پر متفق ہیں۔ یہ بین المسالک اتحاد کے حوالے سے ایک سنگِ میل سے کم نہ تھا۔ پھر 1956ء کے اسلامی آئین پر بھی کام شروع کر دیا گیا تھا۔ لیکن شومیٔ قسمت کہ اس کے بعد ملک پٹڑی سے اُتر گیا بلکہ صحیح ترین الفاظ میں اُتار دیا گیا۔ سیکولرازم اور مارشل لاء نے دین کے نفاذ کی جانب پیش قدمی کو ریورس گیئر لگا دیا۔ قیامِ پاکستان کے محض 24 برس بعد ملک کا مشرقی بازو کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ لیکن ان تمام دھچکوں کے علی الرغم پاکستان کا معجزانہ طور قائم رہنا اور انتہائی دگرگوں حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی خاص مدد کا شاملِ حال رہنا یقیناً اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے۔

اس وقت عالمی منظرنامہ کچھ اس طرح ہے کہ امریکہ، اسرائیل، بھارت پر مشتمل ابلیسی اتحادِ ثلاثہ اپنے عزائم میں متحد ہے۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلم ممالک بدترین ناچاقی و نااتفاقی کا شکار ہیں اور مسلک، نسل، زبان اور خطوں کے تاریخی پس منظر کی وجہ سے 57 مسلم ممالک میں اتفاق و اتحاد نام کی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی۔ ایک طرف تو مسلمان "وہن" کی اُس بیماری میں بُری طرح مبتلا ہیں جس

کی تشخیص نبی مکرم ﷺ نے تقریباً 14 صدیاں قبل ہی فرما دی تھی۔ ''دنیا کی محبت اور موت سے نفرت'' مسلمانوں، خصوصاً مسلم ممالک کے بادشاہوں، حکومتی زعماء اور مقتدر حلقوں کی اکثریت میں سرایت کر چکی ہے۔ پھر یہ کہ گزشتہ 30 سال کے دوران طاغوتی قوتیں متحد ہو کر مسلم ممالک کو ایک ایک کر کے تباہ و برباد کرتی رہی ہیں جس کی تازہ مثالیں غزہ، فلسطین اور ایران ہیں۔

مسلم ممالک کی حالت یہ ہے کہ انہیں عذاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ ایک مسلم ملک پر حملہ ہوتا ہے تو باقی سکھ کا سانس لیتے ہیں کہ ہم بچ گئے! جیسے مرغی کے ڈربے سے قصائی جب ایک کو ذبح کرنے کے لیے نکالتا ہے تو باقی اسی پر خوش ہو جاتی ہیں کہ ان کی بچت ہو گئی، اگرچہ ایک ایک کر کے تمام مرغیوں کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مصیبت تو صرف غزہ، لبنان، مغربی کنارے و مشرقی یروشلم، کشمیر، سوڈان، ایران والوں پر ہی ہے، ہم تو بچے ہوئے ہیں! بھلا ایک ایسا ''مشترکہ دفاعی معاہدہ'' جس میں ایران شامل نہیں، معاہدہ کے اہداف میں صہیونیوں کو دشمن قرار نہیں دیا گیا اور امریکہ و اسرائیل میں اس معاہدے کے خلاف کوئی ارتعاش دیکھنے میں نہیں آ رہا...... کیا ایسا معاہدہ غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی عملی دادرسی کر سکے گا اور ظالم صہیونیوں کے بازو کاٹ سکے گا؟ سادگی مسلم کی دیکھ! معروف حدیث کے مفہوم کے مطابق دورِ فتن و ملاحم میں کفار مسلمانوں پر حملے کے لیے ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گے جیسے دسترخوان پر کھانا سجانے کے بعد دعوت دی جاتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی اس پیش گوئی کو آج سب سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اتحادِ اُمت کے لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جابجا رہنمائی اور لائحہ عمل واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت 103 میں فرمایا: ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 میں فرمایا: ''قائم کرو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' گویا مسلکی اور فرقہ وارانہ اختلافات سے ایک منزل اوپر یعنی قرآن و سنت کی روشنی میں دین، جو کہ آج مغلوب ہے، کو غالب و نافذ کرنے کی جدوجہد کو اپنا ہدف بنایا جائے تو اُمتِ مُسلمہ کی حالت زار بدل سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ آج مسلم ممالک کا طرزِ عمل وحی الٰہی کے بالکل برعکس ہے۔

پاکستان کم و بیش 79 سال امریکہ کی غلامی میں بسر کر چکا ہے اور تبدیلی کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ فوجی اور ہائبرڈ حکومتوں نے ملک کا بیڑا غرق کر دیا اور سیاست دانوں کا یہ حال ہے کہ ان میں سے ہر ایک جی ایچ کیو کے کسی گملے کی پیداوار ہے۔ ملک میں سود کا دھندا عام ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے ربا کی حرمت کے حوالے سے متعدد فیصلوں کے باوجود ملک شروع دن سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہے۔ مغربی جمہوریت کے طرزِ حکومت کو کسی مقدس صحیفے کی طرح تقریباً من و عن ملک و ملت پر سوار کر دیا گیا ہے۔ معاشرتی سطح پر اگرچہ کچھ عرصہ قبل تک حالات نسبتاً بہتر تھے لیکن گزشتہ 20 برس کے دوران مغرب کے سوشل انجینئرنگ ایجنڈا کو نافذ کرنے کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔

آج حالت یہ ہے کہ روایتی و سوشل میڈیا فحاشی و عریانی اور توہینِ رسالت ﷺ و مقدسات کے اڈے بن چکے ہیں۔ پارلیمان نے مغرب اور اس کے اداروں کو خوش کرنے کے لیے ٹرانس جینڈر ایکٹ اور اس جیسے کئی غیر شرعی قوانین کھلم کھلا بنائے ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بے حیائی کا ایک طوفان ہے۔ خاندانی نظام پر مسلسل یلغار جاری ہے۔

گزشتہ 40 سال کے دوران آئی ایم ایف کے ہتھکنڈوں میں جکڑے جانے اور اشرافیہ کی کرپشن کے باعث ہماری معاشی حالت بھی انتہائی دگرگوں ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہم دوست، اتحادی اور دشمن میں فرق کرنے کو تیار نہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق بین الاقوامی تعلقات قائم کرنا شاید ترجیحات میں شامل ہی نہیں۔ پاکستان کی اشرافیہ کا ایک خود ساختہ المیہ یہ بھی ہے کہ امریکہ اور چین کے درمیان سینڈوچ بننے سے کیسے بچا جائے۔ پاکستان سے لوٹا ہوا پیسہ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں جمع ہے۔ انہی ممالک میں جائیدادیں بھی ہیں اور کاروبار بھی۔ اکثریت کے بچے، بچیاں بھی انہی ممالک میں پل بڑھ رہے ہیں اور صدر ٹرمپ کا اچانک پاکستان پر اس قدر مہربان ہو جانا ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہونی چاہیے۔

ہمیں یہ بھی یاد رہے کہ پاکستان کے بعض علاقے اُس خطے میں شامل ہیں جسے احادیث مبارکہ میں ''خراسان'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مستقبل کا منظر نامہ ہمیں چیخ چیخ کر یہ باور کروا رہا ہے کہ ملکی اور عالمی سطح پر اگر پاکستان نے کوئی اہم کردار ادا کرنا ہے تو اس کا آغاز اپنے ملک سے کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پاکستان سمیت اُمتِ مُسلمہ کو اس حالتِ زار سے نکلنے کے لیے قرآن کو اپنا امام بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہی 'راہِ نجات' ہے۔

اُمّتِ مُسلمہ کے لیے راہِ نجات اور رجوع الی القرآن

(تنظیم اسلامی کی مہم کے تناظر میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 7 اگست 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

تنظیم اسلامی کی ''اُمّتِ مُسلمہ کی حالت زار اور راہِ نجات'' مہم کے تعلق سے گزشتہ خطاب جمعہ میں ہم نے پڑھا تھا کہ ایمان کی کمزوری، دنیا کی محبت، موت کا خوف، قرآن سے دوری اور دین کے اجتماعی تصور کو بھلا دینا، ہمارے زوال کے اسباب ہیں، اس زوال سے نکلنا ہے تو ایمان کو تازہ کرنا ہوگا اور ایمان کی آبیاری قرآن کے ذریعے ہوگی۔ دنیا اور آخرت کے حوالے سے حقیقی شعور قرآن کے ذریعے آئے گا۔ زبانی لحاظ سے تو ہم سب ہی کلمہ گو مسلمان ہیں لیکن دل میں یقین جس ایمان سے پیدا ہوگا وہ قرآن سے آئے گا۔ لہٰذا انفرادی اور اجتماعی سطح پر رجوع الی القرآن وقت کی ضرورت ہے اور اسی کے ذیل میں 7 اصولی باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا مقصود ہیں:

(1) زندہ اور انقلابی قوت

یہ قرآن مردوں کے لیے کلام نہیں ہے، یہ زندوں کی کتاب ہے۔ جب یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوا تو صحابہ کرام ﷡ نے اسے ایک انقلابی کتاب، زندہ کلام اور ہدایت کی کتاب کے طور پر قبول کیا اور اس سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اُن کے قدموں میں ڈال دیا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک مختصر جامع تحریر ''قرآن اور جہاد'' کے عنوان سے موجود ہے جس کے بارے میں ڈاکٹر صاحبؒ خود بھی فرماتے تھے کہ اس تحریر سے مجھے بہت پیار ہے۔ قرآن سے انقلابی فکر، نظریہ، شعور اور ایمان کی آبیاری ہوتی ہے جس کے بعد انسان اللہ پر توکل کر کے انقلاب کے لیے کھڑا ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ قرآن کے ذریعے جہاد یہی ہے کہ پہلے خود اللہ کی بندگی میں آجاؤ، پھر اللہ کی بندگی کی دعوت دوسروں کو دو، پھر بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرو۔ اسی بنیاد پر ماضی میں اُمت کو عروج ملا۔ اُن کے ایک ہاتھ میں جہالت کے خلاف قرآن کی تلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں ظلم کے خلاف عدل کی تلوار تھی۔ لیکن جب سے قرآن کو ہم نے انقلابی کتاب سمجھنا اور جہالت کے خلاف تلوار کے طور پر استعمال کرنا چھوڑا، اور اسے صرف فقہ کی ایک کتاب اور ثواب کی کتاب سمجھ لیا تو ہمارے زوال کا عمل شروع ہوگیا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب ہمارے ظالم اور گمراہ حکمرانوں نے قرآن پڑھنے پڑھانے پر ہی پابندی لگادی۔ وہ تو جانتے تھے کہ قرآن ایک زندہ قوت ہے،

مرتب: ابوابراہیم

انسان کو انقلابی فکر دیتا ہے، لوگ اسے پڑھیں گے تو کہیں جابر بادشاہتوں کے خلاف کھڑے نہ ہوجائیں۔ اسی طرح جہاد بھی ایمان کی طاقت سے ہوتا ہے، جب قرآن چھوڑا تو ایمان بھی کمزور پڑ گیا اور ہاتھ عدل کی تلوار اٹھانے سے قاصر ہوگئے۔ لہٰذا دوبارہ عروج حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کو زندہ قوت سمجھا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ①﴾ (القدر)

''یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔''

قدر کی رات اللہ تعالیٰ تقدیروں کو بدل دینے والے فیصلے صادر فرماتا ہے، اس رات قرآن نازل ہوا اور قرآن تقدیروں کو بدل دینے والا کلام ہے۔ مشرکین مکہ بھی اس بات کو مانتے تھے۔ اس لیے انہوں نے طے کیا کہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکا جائے۔ سورہ حٰم السجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ﴾ (آیت:26) ''اور کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ مت سنو اس قرآن کو۔''

مشرکین کا سردار نظر بن حارث عراق اور شام سے گانے بجانے والی کنیزیں لے کر آیا، جب قرآن کی تلاوت ہوتی تو وہ اُن کو گانے بجانے اور شور شرابہ کرنے پر لگا دیتا تاکہ لوگ قرآن کی طرف متوجہ نہ ہوسکیں۔ مشرکین کو معلوم تھا جس نے قرآن سن لیا، اُس کے دل میں ایمان اُتر گیا اور پھر وہ جان دینے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، ایمان چھوڑنے کے لیے نہیں۔ حضرت بلال ﷜ کو تپتی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھا جاتا اور کہا جاتا کہ محمد ﷺ کے کلمے کا انکار کرو لیکن بلالؓ کی زبان پر احد احد کے سوا کوئی لفظ نہ آتا۔ حضرت خباب بن الارت ﷜ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا یہاں تک کہ پیٹھ سے لہو اور چربی پگھل کر بہنے سے انگارے بجھ جاتے۔ ساری کمر جل کر سیاہ ہوگئی۔ مگر خباب ﷜ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے کلمے کو نہیں چھوڑا۔ یہ اُس ایمان کا اثر تھا جو قرآن کو زندہ قوت سمجھنے سے آیا تھا۔ کفار کو بھی معلوم تھا کہ قرآن انسانوں کو بدل دینے والا ہے۔ افراد بدلیں گے تو معاشرہ بھی بدلے گا۔ معاشرہ بدلے گا تو نظام بھی بدلے گا۔ لہٰذا اُمت کو زوال سے نکالنے اور دوبارہ عروج کی طرف بڑھنے کے لیے قرآن کو زندہ قوت سمجھنا لازمی ہے۔

(2) تعلق بالقرآن

ڈاکٹر اسرار احمد ﷫ کی ایک بہت ہی عمدہ کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے عنوان سے 1967ء میں شائع ہوئی۔ اس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

پہلا حق: قرآن پر دل و جان سے ایمان لایا جائے۔ زبانی ایمان کافی نہیں۔ قرآن مجید کائنات کی سب سے بڑی

نعمت ہے کیونکہ یہ ایمان اور ہدایت کی دولت ہے جو اللہ نے انسانوں کو دی ہے۔ قارون کے پاس دولت تھی، فرعون اور نمرود کے پاس بادشاہت تھی مگر برباد ہوئے کیونکہ ایمان اور ہدایت کی دولت نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی دولت ایمان اور ہدایت ہے۔

دوسرا حق: قرآن کی باقاعدہ تلاوت کی جائے۔ یہ ہماری روح کی غذا ہے۔ جسم کو توانا رکھنے کے لیے ہم دن میں تین چار مرتبہ کھاتے ہیں، روح کو کم از کم دن میں ایک بار اس کی غذا دینی چاہیے تاکہ ایمان بھی توانا رہے۔

تیسرا حق: قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ اس میں ہمارے لیے کیا پیغام ہے۔ ہم دنیا کی ہر کتاب کو سمجھ کر پڑھتے ہیں لیکن واحد قرآن ایسی مظلوم کتاب ہے جو سمجھے بغیر پڑھی جاتی ہے۔ جارج برنارڈ شا نے کہا تھا:

"Whenever I read the Quran, I find no finer book in existence, but whenever I look at Muslims, I find no worse community in the world."

ہم دنیا جہاں کے علوم حاصل کرتے ہیں، زبانیں سیکھتے ہیں، لاکھوں کروڑوں روپے بچوں کی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں مگر قرآن کی تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ کیا روزِ محشر اللہ پوچھے گا نہیں کہ انگریزی، فرنچ، جرمن، جاپانی تم نے سیکھ لی، قرآن کیوں نہ سیکھا؟

چوتھا حق: قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ یہ بک آف گائیڈنس ہے، گائیڈنس صرف پڑھنے کے لیے تھوڑی دی جاتی ہے، بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآن کی تعلیمات پر انفرادی زندگی میں فوراً عمل شروع کر دو جبکہ اجتماعی زندگی میں اس کو نافذ کرنے کی کوشش کرو۔

پانچواں حق: قرآن کی تعلیم اور اس کے پیغام کو عام کرو۔ دوسروں تک پہنچاؤ، یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

(3) مغربی نظریات سے فکری آزادی

آج ہمارا دماغ دجالی تہذیب اور مادہ پرستی کے طرزِ فکر میں سوچ رہا ہوتا ہے۔ اسباب پر بھروسا ہے، مسبب الاسباب پر نہیں۔ آج دینی طبقات میں بھی نمایاں ہونے کا ٹرینڈ چل رہا ہے، زیادہ فالوورز کس کے ہیں، زیادہ لائکس کس کو ملے، ٹرینڈنگ کس چیز کی چل رہی ہے، بریکنگ کس چیز کی چل رہی ہے وغیرہ۔ گویا لوگوں کی نگاہوں میں مقبول ہونے کی دوڑ لگی ہوئی ہے، اللہ کی نگاہ میں مقبول ہونے کی نہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی کتاب: ’’اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام‘‘ میں لکھا کہ مسلم امّہ کی نشاۃ ثانیہ تب ہوگی جب مغربی افکار و نظریات کی نفی ہوگی۔ مغرب کی دجالی تہذیب تو اسی پر یقین رکھتی ہے جو نظر آتا ہے اور بچپن سے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے ’’Seeing is believing‘‘ خدا تو نظر نہیں آتا، آخرت نظر نہیں آتی، روح نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج دجالی تہذیب ظاہر میں تو خوب ترقی کر رہی ہے مگر باطن میں اندھیرا ہے۔ آج ہمارے افکار پر بھی دجالی تہذیب کا غلبہ ہے، ظاہری آنکھ کھلی ہے، باطنی آنکھ بند ہے، یعنی وحی کی تعلیم کے ذریعے جو شعور پیدا ہوتا ہے وہ ناپید ہے۔ وحی سے مراد قرآن و حدیث کی تعلیم ہے۔ دونوں تعلیمات مل کر دین کو مکمل کرتی ہیں۔ مثلاً دجال کا ذکر قرآن میں نہیں ہے لیکن احادیث میں ہے۔ مصر کے ایک عالم دین نے بڑی پیاری بات کہی کہ اگر احادیث پر اعتماد نہ ہو تو تم دجال کے فتنے سے بچ ہی نہیں سکتے۔ دجال کا فریب بھی یہی ہوگا کہ جو چیز تمہیں نظر آ رہی ہے صرف وہی حقیقت ہے۔ جبکہ مسلمان کا ایمان غیب پر ایمان سے شروع ہوتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ (البقرۃ:3)

’’جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر۔‘‘

گویا ہمارے دین اور مغربی دجالی نظام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مغربی تہذیب کے زیر اثر رہتے ہوئے، اس کے افکار و نظریات اپناتے ہوئے اگر ہم چاہیں کہ ہماری نشاۃ ثانیہ ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

ایمان نہیں ہوگا تو باطل کی ظاہری چمک دمک، تعداد، اسلحہ، ٹیکنالوجی اور سسٹم کو دیکھ کر بندہ اتنا مرعوب ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے کلام کو باطل کے تابع کرنے میں لگ جائے گا، بجائے اس کے کہ خود اللہ کے کلام کے تابع ہو۔ بقول اقبال:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق!

ایمان قرآن سے آئے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (الانفال:2) ’’جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔‘‘

ایمان کی دولت جب بندے کو ملتی ہے تو پھر اللہ باطن کی بصیرت اُس کو عطا کرتا ہے، پھر وہ اشیاء کی حقیقت کو سمجھنا شروع کرتا ہے، پھر وہ ظاہر کے دجالی دھوکے میں مبتلا نہیں ہوتا، وہ رب سے امیدیں رکھے گا جو مسبب الاسباب ہے۔ پوری کائنات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہماری زمین ایک نکتہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، وہ خالق کائنات جو پوری کائنات کا نظام چلا رہا ہے، اس کے لیے اس زمین پر بسنے والے 2 ارب مسلمانوں کو دوبارہ عروج عطا کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس پر یقین اور توکل کرنے کو تیار نہیں۔ ورنہ وہی رب کائنات ہے جس نے بدر میں ایک ہزار کے لشکر کو 313 کے نہتے لشکر کے ذریعے شکست دے دی تھی۔ وہ اللہ کے ساتھ مخلص تھے۔ آج ہم میں کتنا اخلاص ہے، ہر کوئی اپنے گریبان میں دیکھ سکتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو ٹرمپ کا خوف ہے کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، اللہ کا خوف نہیں ہے۔ اسی لیے مصیبت میں مبتلا ہیں۔ دجالی تہذیب اور مادہ پرستی کے ان اثرات کا توڑ بھی ایمان کے ذریعے سے ہوگا۔ اسی لیے ہر جمعہ کو سورہ کہف پڑھنے کی تلقین کی گئی جس میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔ ظاہر میں کشتی توڑ دی، بچہ قتل کر دیا، مفت میں دیوار ٹھیک کر دی لیکن باطنی حقیقت یہ تھی کہ کشتی بچ گئی، بچہ اور اس کے والدین جہنم میں جانے سے بچ گئے، یتیم بچوں کا خزانہ محفوظ ہو گیا۔ قرآن میں اللہ کہتا ہے:

﴿وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا﴾ (الکہف:82)

’’اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔‘‘

کبھی باپ کی نیکی بھی اولاد کے کام آتی ہے۔ قرآن کو یقین کے ساتھ پڑھیں تو اللہ ظاہر کے پردے ہٹا کر اشیاء کی حقیقت دکھاتا ہے۔

(4) باطن کی تجدید اور اخلاقی تربیت

باطن کی تجدید سے مراد تجدید ایمان ہے۔ ایمان کے صرف زبانی دعوے نہ ہوں بلکہ انسان کا عمل اس کا ثبوت بھی پیش کر رہا ہو۔ آج سوشل میڈیا پر تو بڑی بحث ہے، بڑے دعوے ہیں۔ رات کو تین بجے تک پوڈکاسٹ چل رہے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ’’مجاہدین‘‘ بیچارے تھک جاتے ہیں اور صبح فجر کی نماز کے لیے بھی اٹھ نہیں سکتے۔ ایمان اور دینداری کے یہ دعوے لوگوں کے سامنے تو ’’بہت خوب‘‘ ہیں لیکن اللہ کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ عملی ثبوت نہ ہو۔ اس طرح کی زبانی بحثوں سے پھر انقلاب بھی سوشل میڈیا کی حد تک ہی آئے گا جبکہ عملی زندگی میں اس کی کوئی جھلک نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسجدیں ویران ہیں، قرآن گھروں میں موجود ہے لیکن سالہا سال سے کھولا نہیں گیا، عمل میں سود، جوا، شراب،

رشوت سب کچھ چل رہا ہے کیونکہ زبانی دعویٰ مسلمانی کا تو ہے لیکن دل میں یقین نہیں ہے۔ باطن میں ایمان ہوگا تو بندہ عمل کے لیے کھڑا ہوگا۔ اسی لیے قرآن میں بار بار ایمان کے بعد عمل کی تلقین کی جارہی ہے:

﴿اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (مریم:96)

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کردے گا۔''

پھر اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن ''آپ ﷺ کا اخلاق سراسر قرآن تھا۔'' اگر تم مجسم قرآن دیکھنا چاہو تو رسول اللہ ﷺ کی ذات کو دیکھو۔ اسی طرح صحابہ کرام ؓ کے اخلاق کے بارے میں خود قرآن گواہی دیتا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط﴾ (الحشر:9) ''اور وہ تو خود پر ترجیح دیتے ہیں دوسروں کو خواہ ان کے اپنے اوپر تنگی ہو۔''

یہی عمل اور اخلاق تھا جو مسلمانوں کو عروج کا ذریعہ بنا۔ آج اخلاق کہاں ہیں؟ روزانہ سوشل میڈیا پر کوئی نہ کوئی کلپ وائرل ہو رہا ہوتا ہے جس میں کسی مسلمان کی درندگی اور وحشت کھل کر سامنے آتی ہے۔ پھر ہم کہیں کہ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر۔ کیوں نہ گرے؟ جو ہمارے اعمال اور اخلاق ہیں، اس کے حساب سے آج دنیا میں سب سے بڑے مجرم ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں قرآن عطا کیا گیا مگر آج 57 مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جہاں ہم دنیا کو دکھا سکیں کہ یہ قرآن کا نظام ہے۔ حالانکہ دنیا میں اسلام کا نظام عدل قائم کرنے کی ذمہ داری اللہ نے ختم نبوت کے بعد اس اُمت کو سونپی تھی۔ ہم نے اس ذمہ داری کو فراموش کیا تبھی تو آج ذلیل و رسوا ہیں۔ ایمان اور اسلام کے زبانی دعوے تو بہت ہیں لیکن جب باطن میں تجدید ایمان ہوگی تو عمل میں اس کا اظہار ہوگا اور پھر انقلاب آئے گا۔ جس طرح شروع میں انقلاب آیا تھا، تب جو اہل ایمان تھے چلتے پھرتے مجسم قرآن نظر آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ آج ہمارے بارے میں گھر والوں کے کیا کمنٹس ہیں ہم سب جانتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا کہ اگر میں نے کسی کے ساتھ کبھی کوئی زیادتی کی ہو یا مجھ سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو آج آکر اپنا حق لے لے۔ کیا آج ہم اپنے آپ کو اس طرح اپنے گھر والوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں؟ اگر آج ہم اپنے آپ کو گھر والوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتے تو اللہ کے سامنے کیسے پیش کریں گے؟ اگر ہم اپنے پانچ چھ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو پوری دنیا میں انقلاب کے دعوے کیسے کر سکتے ہیں؟ انقلاب کے لیے پہلے گواہی اپنے عمل سے پیش کرنی ہوگی جس طرح حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت سمیعہ و یاسر ؓ نے پیش کی۔ ان صحابہ کرام ؓ کے کردار کو دیکھ کر لوگ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کچھ تو سچائی ہے کہ یہ لوگ جان دینے کو تیار ہیں مگر کلمہ چھوڑنے کو نہیں۔ اس طرح اپنے کردار کی گواہی پیش کرو تو لوگوں کے دلوں پر تمہاری دعوت کا اثر ہوگا۔ ورنہ نعرے لگالیں، بڑی بڑی باتیں کرلیں، لمبی لمبی پوڈکاسٹ کرلیں، ہوسکتا ہے سوشل میڈیا پر چند ویوز تو مل جائیں مگر عملی سطح پر کوئی انقلاب نہیں آئے گا۔

(5) اتحادِ اُمت

قرآن میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص﴾ (آل عمران:103) ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر رہیں اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

احادیث میں واضح ارشاد ہے کہ اللہ کی رسی یہ قرآن ہے۔ جب تک اُمت نے اس قرآن کو ترجیح دی وہ متحد اور منظم رہی اور دنیا پر اللہ تعالیٰ نے اسے غلبہ عطا کیا۔ آج پوری دنیا میں اُمت مغلوب ہے، دشمنوں کے ہاتھوں کٹ رہی ہے، مر رہی ہے، ہر جگہ اُمت کا لہو بہایا جارہا ہے مگر دوسری طرف ہمارا سوشل میڈیا آپس میں مناظروں سے بھرا ہوا ہے، مسلکی بحثیں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کے خلاف فتوے لگائے جارہے ہیں، اُمت تقسیم در تقسیم ہو کر دشمنوں کے لیے تر نوالہ بن رہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو ترجیح دینا چھوڑ دیا۔ قرآن نے اُمت کو ایک عظیم سوچ، عظیم مشن اور عظیم نظریہ عطا کیا تھا مگر جب اُمت نے اس بڑے مشن کو فراموش کر دیا تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھ بیٹھی۔ قرآن نے اس اُمت کو رنگ، نسل، زبان، علاقے سے بالاتر ہو کر ایک اُمت بنایا تھا، آج دوبارہ اگر متحد و منظم ہونا ہے تو اسے قرآن کو تھامنا ہوگا، اس کو ترجیح دینا ہوگی۔

(6) عمل کے لیے ہدایت نامہ

قرآن صرف ثواب کی کتاب نہیں اور نہ ہی صرف پڑھنا مطلوب ہے بلکہ اصل میں تو قرآن عمل کے لیے ہدایت نامہ ہے۔ یہ اس لیے نازل ہوا تاکہ ہم اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ سب سے پہلے اپنی ذات سے اس کا عملی نفاذ شروع کرنا ہوگا۔ اگر میں نماز نہیں پڑھتا، ماں باپ کا دل دکھاتا ہوں، پڑوسی کا حق مارتا ہوں، سود کھاتا ہوں، رشوت لیتا ہوں، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت کا مرتکب ہوتا ہوں تو اس میں نہ ریاست کا قصور ہے، نہ اسٹیبلشمنٹ کا، نہ سیاستدانوں کا، نہ امریکہ و اسرائیل کا۔ قرآن کے احکامات پر ذاتی سطح پر جو عمل میں کر سکتا ہوں، وہ بھی اگر نہیں کر رہا تو معاشرے پر قرآنی احکامات کا نفاذ کیسے کروں گا؟ لہٰذا اگر عملی تبدیلی چاہتے ہیں تو آج سے ہی قرآنی تعلیمات پر عمل شروع کردیں اور اس کا آغاز اپنی ذات سے کریں۔

(7) قرآن کا نفاذ

اللہ کے رسول ﷺ کو قرآن کیوں دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ خود قرآن میں بار بار آگاہ کر رہا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:9) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کردے اس کو پورے نظامِ زندگی پر۔''

آپریشن ''بنیان مرصوص'' کا موقع آیا تھا تو PTV والوں نے بھی سورۃ الصف کی آیت نمبر 4 کی تشریح پر بھی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیو چلادی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ ''اللہ کو تو محبوب ہیں وہ بندے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر قتال کرتے ہیں جیسے کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہوں۔''

ہماری گزارش ہے PTV والوں سے بھی، ریاستی اداروں سے بھی اور تمام کرتا دھرتا لوگوں سے بھی کہ جب آپ نے سورۃ الصف کی آیت نمبر 4 کا ویڈیو دکھایا تو سورۃ المائدہ کی آیات نمبر 44، 45 اور 47 کا ویڈیو بھی چلادیں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۵﴾ ’’اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔‘‘

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷﴾ ’’اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات و قوانین کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔‘‘

قرآن صرف دشمن کے خلاف سیسہ پلائی دیوار کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ اپنے معاشرے کے اندر بھی اللہ کے احکامات کے نفاذ کا مطالبہ کرتا ہے۔ بحیثیت مسلمان اور اُمتی ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی استطاعت اور استعداد کے مطابق اس کے لیے کوشش کرے۔ مگر جو سب سے زیادہ بااختیار ہیں وہ سب سے زیادہ مکلف ہیں اور روز قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

کرنے کے کام

(1) آج سے ہی ارادہ کرکے قرآن سے اپنا تعلق جوڑنا شروع کردو۔ تنظیم کے رفقاء کے لیے ہفتے میں ایک دن گھریلو اُسرہ لازم ہے جس میں گھر کے افراد کو جمع کرکے قرآن کے کسی حصے کی تلاوت اور تشریح سنی یا پڑھی جاتی ہے۔ یہ قرآن مجید کا حق ہے کہ اس کو پڑھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا جائے اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر میں اس کی تلاوت، ترجمے اور تشریح کا اہتمام کرے، روز قیامت گھر والوں کے بارے میں پوچھا جائے کہ آپ نے ان تک قرآن کا پیغام پہنچایا یا نہیں۔

(2) گھر کے بعد جہاں تک آپ کا دائرہ اختیار ہے، دفتر ہو، دُکان ہو، کارخانہ ہو، کھیت ہو، کھلیان ہو، ہر جگہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن کا پیغام دوسروں تک بھی پہنچائے۔ اپنے رشتہ داروں تک پہنچائے، دوست احباب کی محفل میں درسِ قرآن کا اہتمام کرے۔ اگر مدرس میسر نہیں تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ویڈیو چلا دو۔ ڈاکٹر صاحبؒ سے اتفاق نہیں ہے تو کسی بھی صحیح العقیدہ مسلم عالم کا درس لگا دو۔

(4) ہمارے سامنے بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں، جہاں بڑی بڑی کمپنیوں، انڈسٹریز، اداروں کے مالکان نے ایک مخصوص دن اور وقت مقرر کر رکھا ہے جب سب ملازمین اور عملے کو اکٹھا کرکے درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کراچی، لاہور، پشاور اور اسلام آباد میں کئی اداروں میں یہ اہتمام ہو رہا ہے۔ ان میں تعلیمی ادارے بھی شامل ہیں۔ الحمد للہ! اللہ کی توفیق سے قرآن مجید کا متفقہ ترجمہ جس پر پاکستان کے تمام بڑے مکاتب فکر کا اتفاق ہوگیا ہے، اب وفاق، پنجاب، صوبہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں سرکاری سکولوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ گریڈ 9 سے 12 تک 50 نمبر کا پرچہ امتحانات میں شامل ہوتا ہے۔ لاکھوں طلبا استفادہ کر رہے ہیں۔ پورے پاکستان میں 8 کروڑ بچہ سکول جاتا ہے۔ HEC نے گزشتہ سال سے طے کر دیا کہ یونیورسٹیز میں بھی گریجویشن کے نصاب میں قرآن مجید کا ترجمہ بطور لازمی مضمون پڑھایا جائے گا۔ اس طرف اساتذہ بھی توجہ دیں، دینی طبقات بھی اپنا کردار ادا کریں۔

ٹی وی چینلز پر صبح کے وقت قرآن کی تلاوت اور تشریح نشر ہوتی ہے، بڑے بڑے بزنس مین کروڑوں روپے لگا کر اپنے کاروبار کی تشہیر کرواتے ہیں تو وہ قرآن کے پروگرام کے ساتھ بھی تشہیر کروایا کریں۔ پرائم ٹائم میں قرآن کے پروگرام آجائیں۔ ریاست کی سطح پر بھی کوشش کی جائے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ خود بھی کرے اور دوسروں تک بھی اس کا پیغام پہنچائے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

پریس ریلیز 13 اگست 2026ء

نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر کے بغیر آزادی بے معنی ہے۔

شجاع الدین شیخ

نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر کے بغیر آزادی بے معنی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ 14 اگست کے دن ہمیں آزادی کی نعمت حاصل ہوئی تھی لیکن 79 برس پہلے قائم ہونے والی مملکت خداداد پاکستان میں آج معاشی، سیاسی اور سماجی مسائل کے انبار قومی سلامتی اور عوامی بہبود پر بری طرح اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ہماری رائے میں اگر قراردادِ مقاصد پر خلوص دل اور نیک نیتی سے عمل کیا جاتا اور قیام پاکستان کے فوراً بعد تمام مکاتب فکر کے 31 جید علماء کی جانب سے متفقہ طور پر پیش کیے گئے 22 نکات کو بنیاد بنا کر پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف پیش رفت شروع ہو جاتی تو آج پاکستان اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ ہوتا اور استحکام اور ترقی کی طرف رواں دواں ہوتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو ہم کبھی غیروں سے ’امن اور جنگ بندی‘ کی اپیلیں اور کبھی محض چند مسلم ممالک کو ملا کر ایسے مشترکہ دفاعی معاہدوں پر تالیاں نہ پیٹ رہے ہوتے، جن میں یہ بھی واضح نہیں کیا گیا کہ مسلمانوں کے اصل دشمن یہود اور ان کی ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل، امریکہ اور بھارت پر مشتمل ابلیسی اتحادِ ثلاثہ ہے۔ بلکہ فلسطین، کشمیر اور دنیا کے دیگر خطوں میں مسلمانوں پر جاری مسلسل ظلم و درندگی کو روکنے کے لیے عملی اقدامات کرنے کے قابل ہوتے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرلیں، ماضی میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے جو غفلت اور کوتاہی برتی گئی ہے اُسے دُور کیا جائے اور تحریک پاکستان کے دوران اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدے کا ایفاء کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم مختلف قسم کے نظام اور طرز ہائے حکومت اپنا کر 79 سال سے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عدل اسلام کا گیج ورڈ ہے لہٰذا پاکستان میں نفاذِ عدلِ اسلام ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ پھر یہ کہ موجودہ حالات کا منطقی اور عقلی تقاضا بھی اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آزاد کشمیر، بلوچستان اور خیبر پختونخوا سمیت ملک کے مختلف حصوں میں موجود ظلم و زیادتی کی فضا، سیاسی و طبقاتی کشمکش اور معاشی ابتری کو اسلام کے زریں اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ختم کیا جائے اور بقائے پاکستان کے لیے اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو مملکت خداداد پاکستان میں نافذ کرنے میں مزید تاخیر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو مہلت دی ہے اُس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔ اُمت مسلمہ کی اس حالتِ زار اور راہِ نجات صرف قرآن اور اُسوۂ رسول ﷺ سے جُڑ جانے میں ہے۔ ہمارا کامل ایمان ہے کہ اللہ ہی ہمارا حقیقی سہارا ہے اُس کے سوا تمام سہارے سراب، دجل اور فریب ہیں جو ہماری ہلاکت کا باعث بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فیصلہ کرنے اور پھر اُس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

قرآن کی بدولت اُمت کو عروج ملا مگر آج اس کو فراموش کر دینا ہماری ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ بن گیا ہے: شجاع الدین شیخ

دین میں کئی چھوٹے چھوٹے مسلم ممالک کا کوئی تصور نہیں ہے، ایک اُمت کا تصور ہے، تفرقہ کی ایک جدید شکل نیشن سٹیٹس کا تصور بھی ہے: رضاء الحق

اللہ نے ہمیں عقیدے کی بنیاد پر ایک اُمت بنایا تھا لیکن ہم رنگ، نسل، زبان اور جغرافیہ کو عقیدے پر ترجیح دے کر مختلف اقوام میں بٹ گئے: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

اُمت کو زوال سے نکالنے کے لیے جہاں عوام کی اصلاح کی ضرورت ہے وہاں حکمرانوں کو بھی لگام ڈالنے کی ضرورت ہے: علامہ حسین اکبر

”زوال اُمت کے اسباب اور نجات کی راہ“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: اس وقت دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں، کم و بیش 2 ارب مسلمان ہیں، دنیا جہان کے وسائل ہونے کے باوجود اُمت مسلمہ پوری دنیا میں اس وقت ذلیل و خوار ہے۔ آپ کی نظر میں اُمت مسلمہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب کیا ہے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کو اس وقت زیر بحث لانا چاہیے۔ اس لیے کہ 57 مسلم ممالک ہیں، 2 ارب مسلمان ہیں، دنیا کے وسائل اور اسباب کا بہت بڑا حصہ ہمارے پاس ہے، زرخیز زمینیں، سمندر اور بندرگاہیں، بہترین موسم اور جتنے بھی ذرائع دنیا میں عروج حاصل کرنے کے ہو سکتے ہیں، وہ سب ہمارے پاس ہیں۔ اس سب کے باوجود بھی دنیا میں جنازے اُٹھتے ہیں تو ہمارے اُٹھتے ہیں، جنگیں ہم پر مسلط ہیں، نسل کشی ہماری ہو رہی ہے، مہاجر کیمپ دنیا میں ہمارے ہیں، دنیا کے کسی ملک میں ہماری افواج داخل نہیں ہو سکتیں لیکن کفار کی افواج مسلمانوں کا لہو بہانے کے لیے ہر جگہ داخل ہو رہی ہیں۔ اس وقت ہماری حالت زوال پذیر اُمت کی ہے۔ اس زوال کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں ایک اُمت بنایا تھا لیکن ہم تقسیم ہو کر مختلف اقوام میں بٹ گئے۔ قوم اور اُمت میں فرق ہے۔ قومیں عصبیتوں سے بنتی ہیں، اُمت عقیدے سے بنتی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ﴾ (الانبیاء:92)

”یقیناً یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے“

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عقیدے کی بنیاد پر اُمت واحدہ بنایا تھا، ہم رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کو عقیدے پر ترجیح دے کر مختلف اقوام میں بٹ گئے۔ پھر اللہ نے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (آل عمران:103)

”اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر۔“

لیکن ہم نے اللہ کی رسی یعنی قرآن کو چھوڑا تو فرقوں میں بٹ گئے۔ پھر فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ﴾ (آل عمران:103) ”اور ذرا یاد کرو اللہ کا جو انعام تم پر ہوا جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کے اندر اُلفت پیدا کر دی پس تم اللہ کے فضل و کرم سے بھائی بھائی بن گئے۔“

مرتب: محمد رفیق چودھری

اسلام سے قبل یعنی زمانہ جاہلیت میں مسلمان مختلف اقوام اور قبائل کی صورت میں بٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اسلام نے ایک کلمہ کی بنیاد پر جوڑ کر ہمیں ایک اُمت بنایا، ہم نے اس بہت بڑی نعمت کو بھی فراموش کر دیا اور دوبارہ قبائل اور اقوام میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو شہادت علی الناس کا عظیم الشان مقصد دے کر اُمت وسط بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ تم پوری انسانیت پر گواہ بنائے گئے ہو، تمہارا کام انسانیت پر حق کی گواہی دینا ہے۔ ہم نے اس عظیم مقصد کو بھی فراموش کر دیا اور اُمت وسط کی حیثیت بھی نہ رہی۔ پھر اللہ نے اس اُمت کو جس وجہ سے خیر اُمت قرار دیا تھا وہ یہ فریضہ تھا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

(آل عمران:110) ”تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے“

اس اُمت کو ایک ٹاسک دیا گیا تھا کہ اس نے پوری دنیا کے انسانوں کی اصلاح کرنی ہے، ان تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے، برائی سے روکنا ہے اور نیکی کا حکم دینا ہے۔ یہ تمام ذمہ داریاں فراموش کر دینے کی وجہ سے ہم پر زوال آیا اور ہماری حالت وہ ہو گئی جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، پوچھا گیا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ فرمایا: نہیں، تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا: ((حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔ یہ بھی اُمت کے زوال کا ایک بڑا سبب ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے دنیا کی محبت میں وسائل صرف کیے لیکن دین کے لیے اُن کا استعمال نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال:60) ”اور تیار رکھو ان کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت۔“

عربوں کے پاس بے انتہا دولت ہے، اس کو اُمت کے اتحاد، استحکام، اسلحہ، ٹیکنالوجی، علم کے فروغ، مشترکہ منڈیوں کے لیے استعمال ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ پاکستان جیسے ممالک نے بھی اپنے ہاں سودی معیشت اور کرپشن کے نظام کو جاری رکھا۔ اسلامی نظام نافذ نہ کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہم IMF کی غلامی سے نکل نہیں پا رہے۔ ہم سود کی قسطیں ادا کرنے کے لیے مزید سود لے رہے ہیں جبکہ اصل زرِ قرض بڑھ رہا ہے۔ گویا کہ ہم ایک منحوس دائرے میں پھنس چکے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ:124) ’’اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی۔‘‘

یہ سارے اسباب ہیں ہمارے زوال کے۔

ہمارے دریا سارا سال بہتے ہیں، دھوپ سارا سال نکلتی ہے، ہوائیں سارا سال چلتی ہیں لیکن ہم ان چیزوں سے بجلی نہیں بنا رہے اور بجلی پیدا کرنے کے نام پر چند خاندانوں کے بند کارخانوں کو سالانہ اربوں روپے قوم کے دے رہے ہیں۔

سوال: اُمت مسلمہ کی اصلاح کا آغاز حکمرانوں کی تبدیلی سے ہوگا یا افراد اور معاشرے کی اصلاح سے؟

علامہ حسین اکبر: ہمیں یہ کام دونوں لحاظ سے کرنا پڑے گا۔ جہاں عوام کی اصلاح کی ضرورت ہے وہاں حکمرانوں کو بھی لگام ڈالنے کی ضرورت ہے۔ عوام کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے تعلیمی ادارے اس وقت یرغمال بن چکے ہیں۔ ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ وہاں کیا پڑھایا جا رہا ہے۔ ہمارے نوجوان یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھنے جاتے ہیں تو وہاں سے کیا لے کر آتے ہیں، اس پر بھی توجہ دینی ہوگی۔ علم کو صرف پیسہ کمانے کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اسی طرح سوشل میڈیا، انٹرنیٹ کے غلط استعمال کو روکنا ہوگا۔ مغرب میں آج بچوں کے ہاتھ میں موبائل دینے پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ یورپ جس چیز کو اپنے لیے ترقی کا سبب سمجھتا تھا وہ ان کے زوال اور بربادی کا باعث بنا۔ وہ تو اس کو چھوڑ چکا لیکن ہم اسے سینے سے لگا کر خود کو ماڈرن سمجھ رہے ہیں۔ عوام کی اصلاح کے میدان میں علماء اور دینی طبقے کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ دینی طبقہ فرقہ پرستی اور فقہی بحثوں میں اُلجھنے اور قوم کو اُلجھانے کی بجائے اُمت کے اتحاد و اتفاق پر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں خرچ کرے، علمی بحثوں کی بجائے عملی کردار ادا کرنے کو ترجیح دے۔ مشترکات پر سب مل کر کام کریں۔ دینی درواز وں پر لڑنے کی بجائے دینی منزل پر فوکس کریں جو کہ سب کی ایک ہے۔ اسی طرح ہمیں کرپشن کو ہر سطح پر روکنا ہوگا۔ ہم جن ممالک کی ترقی کی مثالیں دے رہے ہیں اُنہوں نے امیر اور غریب کے لیے ایک ہی قانون بنایا اور جس نے بھی کرپشن کی اس کو لٹکا دیا۔ جہاں تک حکمرانوں کی اصلاح کا تعلق ہے تو احتساب کا مطالبہ کرنا ہوگا کہ کس نے کس مقصد کے تحت سود لیا اور ملک کو سودی شکنجے میں دیا۔ قوم سے اربوں کھربوں روپے کا جو ٹیکس لیا

سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے منفی اثرات سے اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے اگر مغرب میں اقدامات ہو رہے ہیں تو ہماری حکومتیں کیوں نہیں کر رہیں؟

جاتا ہے وہ کہاں جا رہا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ حکمران قرض اُتارنا ہی نہیں چاہتے ورنہ حکمران مخلص ہو جائیں تو چند دنوں میں ملک کا قرض اُتارا جا سکتا ہے۔ خدا نے ہمیں ان گنت وسائل عطا کیے ہیں مگر ان کو استعمال کرنے اور ان کی صحیح تقسیم کا نظام ہمارے پاس نہیں ہے۔ ابھی گندم بارشوں میں خراب ہو رہی ہے اور حکمران باہر سے گندم منگوانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ اس وجہ سے کسان بے چارا بھی محنت کرنے کے باوجود رُل رہا ہے۔ اگر کفار مل کر معاشی، سیاسی اور عسکری اتحاد بنا سکتے ہیں تو مسلمان کیوں نہیں بنا سکتے۔ اگر یورپی ممالک مل کر مشترکہ کرنسی بنا سکتے ہیں تو مسلم ممالک کیوں نہیں بنا سکتے۔ اسلام میں تو بارڈر کا تصور ہی نہیں ہے۔ تمام مسلمان اُمت واحد کی مانند ہیں۔ اگر اکیلا ایران سپر طاقت کو ذلیل کر سکتا ہے تو پوری اُمت مل کر کفار کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتی۔ اُمت کو جگانے کے لیے علماء بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس خطاب جمعہ کا بہترین پلیٹ فارم موجود ہے۔ پورے ہفتے دشمن جتنا بھی پروپیگنڈا کرے، جمعہ کے اجتماع میں قرآن وسنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر بھی اُمت کی ذہن سازی ہونی چاہیے۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ فلسطین ہو، کشمیر ہو، برما ہو، یا دنیا کے دیگر خطوں میں جہاں پہ بھی مسلمان آباد ہیں ان پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ 57 مسلم ممالک اس کے خلاف کوئی مشترکہ موقف نہیں اپنا پا رہے؟

رضاء الحق: پہلی بات تو یہ ہے کہ دین میں مسلم ممالک کا کوئی تصور نہیں ہے، ایک اُمت کا تصور ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ﴾ (الشوریٰ: 13) ’’کہ قائم کرو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

تفرقہ مسلک کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے اور ایک نئی صورت نیشن سٹیٹس کی صورت میں بھی اس کی سامنے آ گئی جس نے اُمت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا کہ ہم ٹکڑوں میں بٹ کر کمزور ہو گئے۔ اب ان سٹیٹس کے سامنے چھوٹے چھوٹے علاقائی یا قومی مسائل تو ہیں مگر اُمت کی سطح پر کوئی بڑا مشن ان کے مدنظر نہیں رہا۔ خاص طور پر جس مقصد کے لیے اس اُمت کو کھڑا کیا گیا تھا کہ اللہ کے دین کا غلبہ ہو، شہادت علی الناس کا فریضہ ادا ہو اور اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے، وہ فراموش کر دیا گیا۔ اپنی اپنی علیحدہ شناخت بنالی، کسی نے کہا ہم فرعونوں کی اولاد ہیں، کسی نے کہا ہم نمرودوں کی اولاد ہیں۔ اس طرح ہم چھوٹے چھوٹے علاقائی، قومی یا نسلی مفادات میں اُلجھ کر رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن کسی ایک مسلم ملک پر حملہ کرتا ہے تو باقی مسلم ممالک صرف اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے اُس کے ساتھ کھڑے نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ فلسطین کے معاملے پر ایک آدھ مسلم ملک کی محدود کوششوں کے علاوہ 57 مسلم ممالک کچھ نہیں کر سکے، کیونکہ سب کو اپنے اپنے مفادات عزیز تھے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایک کر کے سب کی باری آ رہی ہے۔ جب تک ہم دین کے مفاد کے لیے ذاتی مفادات کی قربانی نہیں دیں گے تب تک اللہ کی مدد نہیں آئے گی۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورۃ محمد) ’’اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔‘‘

ہم سے پہلی اُمت مسلمہ یعنی بنی اسرائیل نے جب دین سے بغاوت کی تو اللہ نے اسے منصب سے معزول کر دیا۔ احادیث میں مستقبل کے حوالے سے خبریں آتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اُمت مسلمہ پر بھی وہ تمام احوال لازماً وارد ہو کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر وارد ہوئے تھے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے کے مشابہ ہوتا ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے یہود اور ان کے زیر اثر نصاریٰ کا

پورے کا پورا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام اپنا لیا ہے۔ اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں۔ انفرادی سطح پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو کسی درجے میں ہے مگر اجتماعی دینی ذمہ داریوں کو ہم نے بالکل بھلا دیا ہے جن میں دوسروں کو دین کی دعوت دینا، دین کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا بھی شامل ہیں۔ روزِ محشر جس طرح انفرادی دینی فرائض کے متعلق پوچھا جائے گا اسی طرح اجتماعی دینی ذمہ داریوں کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ اس حوالے سے لوگوں میں شعور اجاگر کرنے کے لیے تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 31 جولائی سے 21 اگست 2026ء تک ’’اُمت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات‘‘ کے عنوان سے ایک مہم چلائی جارہی ہے۔ اُمت کو زوال سے نکالنے کے لیے قرآن واضح لائحہ عمل دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ (آل عمران: 103) ’’اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔‘‘

احادیث کے مطابق قرآن اللہ کی رسی ہے، اس کی تشریح احادیث میں ہے۔ اگر ہم قرآن و سنت کو زندگی کا لائحہ عمل بنائیں گے تو ہم دوبارہ متحد اور منظم ہو کر ایک اُمت بن سکتے ہیں۔ پھر ہمارا اجتماعی معاشی اور عسکری نظام بھی بن سکتا ہے۔

سوال: زوالِ اُمت میں باہمی تفرقے اور دشمنوں کی سازشوں میں سے کس کا زیادہ عمل دخل ہے؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: دیکھیے! بیرونی سازشیں اس وقت کامیاب ہوتی ہیں جب اندرونی انتشار اور افتراق ہو۔ انفرادی سطح پر شیطان اُس وقت حملہ آور ہوتا ہے جب انسان عقیدے یا عمل کے لحاظ سے کمزور ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اُمت بحیثیت مجموعی کمزور ہوگئی، خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوگئی تو بیرونی سازشوں کو بھی راستے مل گئے۔ اس کے بعد اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ نے اُمت مسلمہ کو سازشوں کا مرکز بنالیا۔ اُمت چھوٹے چھوٹے مسائل اور بحثوں میں اُلجھ کر رہ گئی۔ جب چنگیز خان کی فوجیں بغداد پر حملہ آور ہو رہی تھیں تو بغداد میں مناظرے ہو رہے تھے۔ اگر اندرونی سطح پر علماء اور منبر و محراب مضبوط ہوں، مدارس کا نظام محفوظ ہو، خلافت کا نظام مستحکم ہو تو بیرونی سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں ہمیں کھل کر بتا دیا تھا:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ﴾ (المائدہ: 51) ’’یہود و نصاریٰ کو اپنا ولی دوست (حمایتی اور پشت پناہ) نہ بناؤ‘‘

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۭ﴾ (آل عمران: 118) ’’ان کی دشمنی ان کے منہ سے بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔‘‘

> **آج دنیا میں کہیں بھی مسلم افواج کسی غیر مسلم ملک میں داخل نہیں ہو سکتیں لیکن دشمن افواج مسلم ممالک میں داخل ہو کر مسلمانوں کا لہو بہا رہی ہیں۔**

یہود و نصاریٰ کا طرزِ عمل آج بھی وہی ہے۔ وہ آج بھی اُمت مسلمہ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں منصوبے بنا رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ﴾ (البقرۃ: 120) ’’ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپؐ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔‘‘

جب تک ان کا ورلڈ آرڈر نہیں مان لو گے یہ تم سے راضی نہیں ہوں گے۔ یہ ساری چیزیں تو ہمارے سامنے واضح تھیں اور قرآن پاک نے یہ بھی بتا دیا کہ:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال: 46) ’’اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بودے پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔‘‘

آج اُمت کی یہی صورتحال ہے۔ اس سے نکلنے کے لیے قرآن مجید ہمیں لائحہ عمل بھی دے رہا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (آل عمران: 103) ’’اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر۔‘‘

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ﴾ (الشوریٰ: 13) ’’کہ قائم کرو دین کو۔‘‘

یہ ساری چیزیں تو ہمارے پاس موجود ہیں۔ اب ٹھیک وقت پر تنظیم اسلامی نے یہ مہم شروع کی ہے۔ یہ بھی ہمیں معلوم ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ نے ہمیں مسلک کی بنیاد پر آپس میں لڑایا، تقسیم کیا، کمزور کیا۔ ان چیزوں سے ہم نقصان بھی اُٹھا چکے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم شعور کا مظاہرہ کرتے ہوئے باہمی اتحاد و اتفاق سے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیں۔

سوال: اُمت کی نشاۃ ثانیہ اور نجات محض جذباتی قسم کے نعرے لگانے، جلسے جلوس منعقد کرنے سے ممکن ہو سکے گی یا اس کے لیے ہمیں کوئی ٹھوس عملی اقدامات کرنا پڑیں گے؟

علامہ حسین اکبر: قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: 6) ’’بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے‘‘

سب سے پہلے تو اصلاح کا عمل اپنی ذات سے شروع کرنا ہوگا، پھر اپنے گھر والوں اور پھر معاشرے کی باری آئے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ دشمن کی چالوں پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہماری ایجنسیاں اور حکومت خود یہ کہہ رہی ہیں کہ 90 فیصد فسادی مواد سوشل میڈیا پر بیرون ممالک سے ڈالا جارہا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر اس کو روکنے کے لیے اقدامات کیوں نہیں کیے جارہے؟ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے منفی اثرات سے اپنی نسلوں اور گھر والوں کو بچانے کے لیے اگر مغرب میں اقدامات ہو رہے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر رہے؟ حکومت اور حکمرانوں کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ وہی لوگ اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں جو IPPs کے نام پر قوم کے اربوں روپے بلاوجہ لوٹ رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف اگر عوام نے اپنی بچت کے لیے سولر لگا لیے تو وہ بھی حکومت کو برداشت نہ ہوئے، 200 یونٹ سے ایک یونٹ بھی اگر اوپر ہو جائے تو غریب آدمی کو تین چار گنا زیادہ جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ یعنی حکومت کی جانب سے جو بھی اقدامات کیے جارہے ہیں وہ عوام کی سہولت کو مدنظر رکھ کر نہیں کیے جارہے۔ علماء کو بھی چاہیے کہ وہ اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھائیں، حکمرانوں کے آلہ کار نہ بنیں۔ ہمارے تعلیمی نصاب پر بھی سخت ترین حملہ ہو چکا ہے، اگر اس جانب توجہ نہ دی گئی تو ہماری نسلوں کے پاس ڈگریاں تو ہوں گی مگر انسانیت باقی نہیں رہے گی۔ تمام مسالک اور مکاتب فکر کے علماء اور ادارے آپس میں اتحاد اور اتفاق کی فضا کو ہموار کریں۔ ہمارے درمیان 95 فیصد مشترکات موجود

ہیں، ان پر اتفاق ہو جائے تو اُمت متحد ہو جائے گی اور دشمن خود ہی خوف زدہ ہو جائے گا۔ مثلاً تمام مسالک کے نزدیک سود حرام ہے، اس کے خلاف سب مل کر جدوجہد کریں تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔

سوال: اُمت مسلمہ کو زوال سے نکالنے کے لیے ہمیں کیا ٹھوس اور عملی اقدامات کرنے ہوں گے، بلٹ پوائنٹس کی صورت میں بتا دیں؟

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: سب سے پہلے تو پاکستان میں اتحادِ اُمت کی ایک پوری تحریک اُٹھانی چاہیے۔ اس ضمن میں علماء سب سے بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ تمام مکاتب فکر کے 31 علماء کے 22 نکات پہلے سے موجود ہیں۔ ان پر اکٹھا کیا جائے۔ جو لوگ فرقہ واریت اور انتشار پھیلاتے ہیں چاہے اُن کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو، اُن کے خلاف ایک مشترکہ بورڈ بنایا جائے۔ سوشل میڈیا پر فرقہ وارانہ اور اشتعال انگیز مواد شیئر کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ پھر مشترکہ معاشی منڈیاں قائم کرنے کے لیے تحریک چلائی جائے۔ مشترکہ ٹی وی چینلز بنائیں جائیں جو اُمت میں اتحاد کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کریں۔ اپنی مشترکہ کرنسی ہو، مسلم ممالک کے درمیان ویزہ پالیسیوں کو آسان کیا جائے، سیاحت کے نام پر ہی سہی مسلم عوام ایک دوسرے ممالک کا دورہ کریں۔

رضاء الحق: امریکہ سمیت دنیا کے تمام بڑے ممالک سیکولرازم سے واپس مذہب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ وہ اپنی مذہبی کتابوں میں موجود مستقبل کی پیشین گوئیوں کے مطابق منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کے مذہبی لٹریچر میں ایک بڑی جنگ آرمیگاڈان کا ذکر ہے، وہ اسی کے تناظر میں پالیسیاں اور منصوبے بنا رہے ہیں، یہودیوں کے نزدیک گریٹر اسرائیل کا قیام اور مسجد اقصیٰ کو (معاذ اللہ) شہید کر کے اس کی جگہ تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر اہم ہے اور وہ اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اپنے مذہبی تناظر میں اپنے مسایاح (دجال) کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ احادیث میں مستقبل کے حوالے سے جو پیشین گوئیاں اور خبریں ہیں ان کے مطابق اپنی تیاری کریں۔ احادیث میں ہے کہ خراسان سے اسلامی فوجیں جائیں گی اور حضرت مہدی کی نصرت کریں گے۔ دجال کے خلاف لڑیں گی۔ خراسان میں پاکستان، افغانستان اور شمالی ایران کے علاقے بھی شامل ہیں۔ کیوں نہ ہم خراسان کے اس خطے کو مل کر مستحکم کریں۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔ ورنہ ہماری نجات ویژن 2030ء میں ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کے عالمی منصوبوں میں ہے، نہ IMF کے اہداف کے چکر میں اُلجھے رہنے میں ہے۔ ہمیں یہود و نصاریٰ کی پالیسیوں پر چلنے کی بجائے قرآن وسنت سے رہنمائی لینا ہوگی۔ قرآن وسنت سے ہی انقلابی سوچ حاصل کر کے اُمت نے پہلے بھی عروج حاصل کیا تھا۔ اب بھی اسی راستے سے دوبارہ عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

سوال: اُمت مسلمہ کو زوال سے کیسے نکالا جائے، اس کے لیے راہِ نجات کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ: بنیادی بات یہ ہے کہ

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

اس اُمت کی اٹھان اسلام پر ہے۔ ابراہیم اور اسماعیل ﷺ نے اس اُمت کے لیے دعا مانگی تھی: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪﴾ (البقرۃ: 128) ''اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائیو جو تیری فرماں بردار ہو۔''

یعنی اس اُمت کے خمیر میں اسلام شامل ہے۔ اب ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہو جائیں، یہود و نصاریٰ پر بھروسا کرنے کی بجائے اللہ پر توکل کریں۔ کفار و مشرکین کا معاملہ اور ہے، ان کے لیے دنیا میں چھوٹ ہے مگر آخرت میں پکڑ ہوگی۔ فرعون، ہامان، شداد، نمرود، قارون کو دنیا میں بہت کچھ ملا مگر آخرت میں ناکام ہوئے۔ مسلمان کے حالات تب سدھریں جب وہ اللہ کے سامنے مکمل جھک جائے گا، بصورت دیگر دنیا میں بھی مار پڑے گی اور آخرت میں بھی سخت حساب ہوگا۔ سابقہ اُمت کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (البقرۃ) ''اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہانوں پر۔''

ان کو تورات اور انجیل عطا ہوئی۔ کم وبیش 14 صدیوں تک اُن کے ہاں انبیاء کرام ﷺ کے نزول کا سلسلہ جاری رہا، ان کو طالوت، داؤد اور سلیمان کے دور میں بڑی بڑی بادشاہتیں عطا ہوئیں۔ لیکن قوم کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے زوال آیا۔ قرآن میں ذکر ہے:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ﴾ (البقرۃ: 61) ''اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی۔ اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔''

بنی اسرائیل کے زوال کی ایک بنیادی وجہ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت تھی۔ قرآن میں اللہ بتاتا ہے: ﴿اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴾ (البقرۃ: 96) ''ہزار برس ہو جائے۔'' پھر یہی قرآن بتاتا ہے:

﴿كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ﴾ (البقرۃ: 101)
''اللہ کی کتاب کو پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا''

اور یہی قرآن بتاتا ہے کہ انہوں نے پیغمبر کے مشن کا ساتھ نہ دیا۔

﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ) ''بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور جا کر قتال کرو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔''

آج اُمت مسلمہ کا بھی یہی حال ہے۔ دنیا کی محبت اور آخرت فراموشی، اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا، قرآن کو بس ایصال ثواب کی کتاب سمجھ لیا گیا، کسی کا انتقال ہو گیا تو کھول کر ثواب کی غرض سے پڑھ لی، حالانکہ یہ مُردوں کی کتاب نہیں ہے، یہ زندہ کتاب ہے۔ اللہ خود کہتا ہے: ﴿فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ﴾ (الانبیاء: 10) ''(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے، اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟''

آج بھی اس میں ہمارے لیے رہنمائی موجود ہے مگر ہم میں سے 99 فیصد مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے زندگی میں کبھی مکمل ترجمہ قرآن تک نہیں پڑھا۔ یعنی ہم نے اسے کتاب ہدایت سمجھا ہی نہیں۔ حالانکہ اللہ خود کہتا ہے:

﴿يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: 9)
''راہنمائی کرتا ہے اُس راہ کی طرف جو سب سے سیدھی ہے''

پھر اللہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝﴾ ''یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔''

قدر کی رات میں اللہ تعالیٰ تقدیروں کا فیصلہ کرتا ہے، قرآن تقدیروں کو بدل دینے والا کلام ہے جو اسی رات نازل ہوا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن کے ذریعے انقلابی جماعت تیار کی جس کے سامنے قیصر و کسریٰ

جیسی سپر پاور زبھی گھٹنوں کے بل گر گئیں۔ قرآن کی بدولت ہی اُمت کو عروج ملا۔ مگر آج اس کتاب کو فراموش کر دینا ہماری ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ بن گیا ہے۔ 57 مسلم ممالک میں سے ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جہاں قرآن کا نظام نافذ ہو۔ اس اُمت کو امام بنایا گیا، دنیا کے فیصلے اس نے کرنے تھے مگر آج ہمارے فیصلے دنیا کرتی ہے۔ اس ذلت و رسوائی سے نکلنے کا حل یہ ہے کہ ہم اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ اللہ پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے کفار کے 1 ہزار کے لشکر کو 313 اہل ایمان کے ذریعے شکست دی تھی۔ اللہ آج بھی ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما سکتا ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہمارا اللہ پر پہلے جیسا توکل اور یقین نہیں رہا۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(آل عمران) ''اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے۔''

وہ حقیقی ایمان قرآن سے آئے گا۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾

(الانفال: 2) ''جب انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

وہ ایمان جو اعتقاد دل میں ہو تو قرآن کہتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورۃ محمد)

''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

ہم اگر اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جدوجہد کریں گے تو اللہ کی مدد آئے گی اور پھر دشمن چاہے جتنا بھی طاقتور ہو، اللہ کی مدد کے سامنے اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ اقامت دین کی جدوجہد کا آغاز ہم نے اپنی ذات سے کرنا ہے۔ سب سے پہلے ہمارے ذمہ جو فرائض و واجبات ہیں ان کو ادا کریں، گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں، اس کے بعد اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کریں، پھر دین کی دعوت معاشرے تک پہنچائیں اور آخر میں اجتماعی سطح پر اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ قیام پاکستان کا مقصد بھی وہی ہے جس کے لیے یہ اُمت کھڑی کی گئی، جس کے لیے اللہ کے نبی ﷺ کو بھیجا گیا۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف: 9) ''تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر''

اللہ کے دین کو غالب کرنا حضور ﷺ کا مشن تھا۔ آج ہم فقہی مسائل، مسلکی معاملات میں اُلجھ کر اس عظیم مشن کو بھول بیٹھے، یہ بڑا مشن ہمارے سامنے ہوگا تو فرقہ واریت کا عنصر خود بخود پیچھے چلا جائے گا، اُمت کے اتحاد کی شکل بنے گی، اگر کفار مل کر یورپی یونین بنا سکتے ہیں، عسکری اتحاد بنا سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں بنا سکتے۔ علم اور ریسرچ کے میدان میں اتحاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ اسی شعور کو اجاگر کرنے کے لیے تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 31 جولائی سے 21 اگست تک ''اُمت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات'' کے عنوان سے ایک ملک گیر آگاہی مہم چلائی جا رہی ہے۔ سوشل میڈیا، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر بھی اس مہم کو جاری رکھا جائے گا، خطبات جمعہ کے ذریعے، ہینڈ بلز، بروشرز، بینرز کے ذریعے بھی اس پیغام کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ آپ دعا بھی کریں اور اس میں اپنا حصہ بھی ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ شجاع الدین شیخ: امیر تنظیم اسلامی پاکستان
2۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: مشیر خصوصی امیر جماعت اسلامی پاکستان
3۔ علامہ حسین اکبر: بانی اور سرپرست ادارہ منہاج الحسینیہ اور موسس رکن پنجاب قرآن بورڈ
4۔ رضاء الحق: مرکزی ناظم نشر و اشاعت اور ترجمان تنظیم اسلامی پاکستان

میزبان: وسیم احمد: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسدادِ سود کے لیے عملی اقدامات

4) سرکاری ملازمین کو مکان، کار یا موٹر سائیکل کی خرید کے لیے دیے جانے والے قرضوں پر سے سود لینے اور GPF پر سود دینے کو فوراً ساقط کر دیا جائے۔

5) بینک فنانسنگ کو حسب ذیل صورتوں میں از سر نو محدود کر دیا جائے، جیسے یکم جنوری 1981ء سے کیا گیا تھا:
i) شراکتی سرمایہ کاری، یعنی مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر نفع و نقصان میں شراکت
ii) بیع موجل، بیع سلم، بیع مرابحہ اور اجارہ (leasing) کی بنیاد پر عقود بیع اور عقود اجارہ
iii) ٹائم ملٹی پل کاؤنٹر لون (TMCL) کی بنیاد پر قلیل اور طویل مدتی قرضے برائے صارفین، تاجرین اور حکومت۔
(تجویز کردہ: شیخ محمود احمد مرحوم مصنف ''سود کی متبادل اساس'')
iv) قرض حسنہ برائے صارفین و حکومت

6) بین الاقوامی سودی قرضوں کی ایڈجسٹمنٹ کے لیے Debt-Equity Swap کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس طریقے میں غیر ملکی حکومتوں، اداروں کو اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے واجب الوصول قرضوں کے عوض ملک کے اندر حقیقی سرمایہ کاری کریں جس کے لیے حکومت انہیں لوکل کرنسی میں رقم مہیا کرتے اور ان کے منافع کی ادائیگی زرمبادلہ میں کرنے کی ضمانت دیتی ہے۔ اس کے لیے لاطینی امریکہ کے ممالک کا تجربہ مفید ہوگا۔

(جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1574 دن گزر چکے!

نظام صرف ناکام نہیں ہوا بلکہ.....

ابو موسیٰ

یہ شمارہ جب قارئین تک پہنچے گا تو پاکستان شمسی لحاظ سے اناسی سال کا ہو چکا ہوگا۔ کوئی ریاست اس عمر تک پہنچ کر بوڑھی تو نہیں ہوتی لیکن نوزائیدہ بھی نہیں کہلاتی۔ گویا بھرپور جوانی گزارتے ہوئے اُدھیڑ عمر کو پہنچ رہی ہوتی ہے۔ آغاز ہی میں وہ اپنے وجود کی بنیاد پر ایک نظام وضع کر کے ایک ہدف کی طرف بڑھنا شروع کر دیتی ہے گویا اپنے اچھے بُرے کو اچھی طرح پہچان کر ترقی اور خوشحالی کی منازل طے کر رہی ہوتی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ پاکستان مختلف اور نئے نئے تجربات کرنے کے باوجود کوئی نظام حتمی طور پر طے نہیں کر سکا۔ تقسیم ہند کے بعد اناسی سالہ تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بھارت جو ہم سے ایک دن بعد یعنی 15 اگست کو آزاد ہوتا ہے تقریباً دو سال میں آئین تو کی تشکیل کر لیتا ہے پاکستان کو اس کام میں نو (9) سال لگے تب بھی ہم کہتے ہیں ”دیر آید درست آید“ لیکن 1958ء میں ایک فوجی طالع آزما نے بھاری بوٹوں تلے اُسے روند ڈالا۔ 1956ء کا یہ آئین عوامی اسمبلی نے بنایا تھا اور کافی حد تک اس میں اسلامی شقات تھیں۔ اس آئین کی بنیاد میں قرار داد مقاصد بھی تھی اور 1951ء کے علماء کانفرنس کے بہت سے نکات کا بھی اس میں احاطہ کیا گیا تھا۔ یہ آئین صرف 2 سال نکال سکا گویا ”بن کھلے کلیاں مرجھا گئیں“۔

گیارہ (11) سال تک خاکی حکومت چلی جس کا آغاز تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ پاکستان ترقی کی شاہراہ پر سرپٹ دوڑ رہا ہے۔ 1962ء میں ایک خاکی آئین جس کا عوام کی رضا سے کوئی تعلق نہیں تھا ٹھونس دیا گیا۔ 1971ء میں اس جبر کا اور عوام سے دوری کا نتیجہ سامنے آ گیا پاکستان دولخت ہو گیا مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ مغربی پاکستان کو what remains of Pakistan کہا جانے لگا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے صورت حال کو سنبھالا بنگلہ دیش کو بطور حقیقت تسلیم کیا رونا پیٹنا ختم کر دیا گیا بلکہ بعض لوگ یہ بھی کہتے سنے گئے کہ مشرقی پاکستان ہماری معیشت کے لیے ایک بھاری تھی اچھا ہوا نجات حاصل ہوگئی لیکن آج خاص طور پر معاشی حوالے سے صورت حال یہ ہے کہ اگر ہم پاکستانی سر اُٹھا کر بنگلہ دیش کو دیکھیں گے تو ہمارے سر سے ٹوپی گر جائے گی۔ ذوالفقار علی بھٹو سے سو (100) اختلاف لیکن یہ حقیقت تسلیم کیے بھی چارہ نہیں اُن غیر یقینی اور دشوار حالات میں اُنہوں نے قوم کو 1973ء کا متفقہ آئین دیا۔ آئین تو متفقہ بن گیا لیکن قوم خاص طور پر اس کے بڑوں کی کرتوتوں نے اس آئین کا وہ حال کیا ہے کہ اگرچہ کہنے کو اب بھی اسے 1973ء کا آئین ہی ہے اس کا نام تو نہیں بدلا گیا لیکن اس کا خالق اگر اس دنیا میں واپس آ جائے تو وہ اُسے اپنا بنایا ہوا آئین تسلیم نہیں کرے گا۔ اس کی مٹی یوں تو غیروں نے بھی پلید کی لیکن وہ جماعت جس کا سربراہ بھٹو تھا اس نے بھی اس کا حلیہ بگاڑنے میں پورا پورا حصہ لیا۔ لطف کی بات ہے اس جماعت کا سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کا نواسہ ہے۔ 1973ء کے آئین کو خون میں نہلانے میں اس کا بھی حصہ ہے۔ گزشتہ ترپن (53) سال میں آئین میں ستائیں (27) ترامیم ہو چکی ہیں۔ خراش تراش کے بعد اس آئین کی جو اب شکل سامنے آئی ہے اُس کا اسلام سے تعلق ہے نہ عدل سے۔ عدل اسلام کا کنج ورڈ ہے اور یہ بالکل درست کہا جاتا ہے کہ عدل کو اسلام سے نکال دو تو اسلام میں کچھ نہیں بچتا۔ ان ترامیم نے عدل کو عدلیہ سمیت اس بری طرح کچل دیا ہے کہ جج فیصلہ کرنے سے پہلے طاقت سے پوچھتا ہے بتا تیری رضا کیا ہے۔

پاکستان میں آئین کے حوالے سے ایک بات بالکل واضح ہے۔ ملک میں چار (4) عدد مارشل لاؤں کے دوران کبھی یہ قتل ہوا اور کبھی زخمی کر کے اسے توڑ مروڑ کر اپنے اقتدار کے موافق کر لیا گیا اور عدالتیں اس پر اسی طرح مہر تصدیق ثبت کرتی تھیں جیسے کچہری کے باہر بیٹھا اوتھ کمشنر نقل بمطابق اصل کی مہر لگاتا ہے لیکن یہ سب کچھ ان چار مارشل لاؤں میں ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ کسی سویلین دور میں آئین کی اوّل تو باقاعدہ کھلی ریپ نہ ہوئی لیکن اگر ہوئی تو عدلیہ نے فوراً نوٹس لے کر اسے صراط مستقیم پر ڈال دیا اس لیے کہ سویلین دورِ حکومت میں عدلیہ متحرک ہوتی ہے۔ البتہ گزشتہ چار سال میں موجودہ ہائبرڈ نظام میں پہلی مرتبہ ہوا کہ آئین کی بآواز بلند بے حرمتی ہوئی اور تیز آلے سے شکست و ریخت ہوئی لیکن عدلیہ منہ دیکھتی رہ گئی۔ مثلاً پرویز الٰہی کی پنجاب حکومت کے خاتمہ پر تین ماہ کی مدت میں آئینی تقاضے کے باوجود نئے انتخابات نہ کروائے گئے لیکن کسی عدالت کو یہ اجازت نہ ملی کہ وہ آئین کے روندے جانے پر کوئی فیصلہ دے۔ اس حوالے سے گزشتہ چار سال میں اس طرح کے کئی آئین کش اقدامات کیے گئے جن کا ذکر طوالت کا باعث بنے گا۔ یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ موجودہ نظام کو ہائبرڈ نظام راقم نہیں کہہ رہا بلکہ حکومت کے اہم وزیر اور حکومتی پارٹی کے مرکزی رہنما کہہ چکے ہیں اور کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں۔ یہ گندی صورت حال چل رہی تھی کہ وزیر داخلہ محسن نقوی جو حکومت اور کابینہ میں طاقتوروں کے نمائندہ سمجھے جاتے ہیں، اُنہوں نے ایک عوامی محفل میں ارشاد فرمایا کہ موجودہ نظام ڈیلیور نہیں کر رہا۔ اُنہوں نے کہا کہ صورت حال یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے سربراہ یعنی وزیراعظم شہباز شریف چودہ (14) پندرہ (15) گھنٹے کام کرتے ہیں لیکن وہ اگر دن رات کام بھی کریں تو ملک ہرگز آگے نہیں بڑھے گا۔ ملکی حالات ہرگز درست نہیں ہوں گے۔ نہ سیاست سنبھلے گی نہ معیشت اور ہم دس سال بعد یہاں بیٹھے پھر حالات کا رونا رو رہے ہوں گے۔

ملک کے نظام میں انقلابی تبدیلی کی ضرورت ہے پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ مزید صوبے بنانے ہوں گے اس پر مسلم لیگ (ن) جس کی مرکز اور پاکستان کے سب سے بڑے صوبے میں حکومت ہے وہاں گھسر پھسر شروع ہوگئی۔ اسے مسلم لیگ کی حکومت کے خلاف چارج شیٹ قرار دیا گیا۔ ڈھکے چھپے انداز اور اشارے کناروں سے محسن نقوی کے خلاف بات چلائی گئی۔ لیکن حکومت کی حامی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی صوبوں کی تقسیم کے حوالے سے کھل کر عسکری قیادت کے سامنے آ گئی کہ یہ ہم کسی صورت نہیں ہونے دیں گے ”مرسوں مرسوں سندھ نہ ڈیسوں“ کے نعرے لگنے شروع ہوگئے۔ البتہ پاکستان پیپلز پارٹی خصوصاً co-chairman بلاول بھٹو نے مسلم لیگ کی مرکزی حکومت اور پنجاب حکومت کے خلاف چارج شیٹ کو درست قرار دیا اور کہا کہ مسلم لیگ کی حکومت کی اُلٹی گنتی شروع ہو چکی ہے البتہ ایسے اشارے بھی دے دیے کہ حکومتی افراد کی تبدیلی میں اگر صدر زرداری کی صدارت آگے پیچھے کی گئی تب بھی پاکستان پیپلز پارٹی سرنڈر کرنے کی بجائے مقابلہ کرے گی اور کسی کو صدارتی کرسی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانے دے گی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی دلیری کی دو وجوہات ایک یہ کہ وہ ماضی میں بھی جدوجہد کر چکی ہے اور ضیاء الحق کی سختیاں برداشت کر چکی ہے اور دوسری یہ کہ اُس کے پاس سندھ کارڈ ہے جسے وہ بڑی خوبصورتی سے کھیلتی ہے جبکہ مرکز اور پنجاب میں شرفاء کی حکومت ہر لحاظ سے دیوالیہ ہو چکی ہے۔ کسی زمانے میں پنجاب میں نواز شریف کا طوطی بولتا تھا، اب یہ حالت ہے کہ آئینی تقاضے اور عدالتی احکامات کے باوجود پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کروانے پر تیار نہیں ہوتی اس لیے کہ اُسے نتائج کا علم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب نواز شریف کی مقبولیت عروج

پر تھی تب بھی سب کچھ پنجاب میں ہی تھا پنجاب سے باہر کچھ نہیں تھا اور آج صورت حال یہ ہے کہ پنجابی شریف فیملی کا نام سننے کے روادار نہیں۔ کئی درجن بار اخبارات میں یہ اعلان کیا گیا کہ نواز شریف پنجاب کا دورہ کرکے پنجاب میں جماعت کو بحال کریں گے لیکن یہ اعلانات تک ہی محدود رہا۔ گزشتہ کئی سال سے وہ کوئی ایک عوامی اجتماع بھی منعقد نہیں کر سکے۔ قصہ مختصر طاقتوروں کے لیے مسلم لیگ (ن) ہرگز کوئی مسئلہ نہیں۔ وہ ووٹ کی بجائے طاقت کو عزت دینے کا پکا جماعتی سطح پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ اسی میں ان کی بقا ہے۔ اُن ہی کے سہارے دونوں حکومتیں (مرکز اور پنجاب) میں قائم رہ سکتی ہیں اور آئندہ بھی حکومتی ایوان میں داخلہ صرف اور صرف طاقت کے مرہون منت ہوگا۔

بہرحال پاکستان پیپلز پارٹی کے محسن نقوی کے ارشادات کے خلاف ڈٹ جانے سے طاقت کو اپنے خوابوں کی تعبیر نہیں مل سکے گی نہ اٹھائیسواں (28) ترمیم آئین میں ہو سکے گی اور نہ دیہی سندھ کے عوام کو راضی کیا جاسکے گا۔ دیہی سندھ کے عوام کی طاقت کا اندازہ اُس وقت بڑے بڑوں کو ہو گیا تھا جب دریا سندھ سے نہریں نکالنے کا مسئلہ سامنے آیا تھا جو اصلاً پنجاب کے حکمرانوں کی خواہش تھی لیکن عسکری قیادت کی مکمل پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ لہٰذا سب کو پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی اور دیہی سندھ کے عوام کے کندھوں پر سوار ہو کر پاکستان پیپلز پارٹی کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ لہٰذا محسن نقوی صاحب نے اگلی عوامی گفتگو میں سب کچھ سمیٹ دیا۔ صاف کہا کہ شہباز شریف کی موجودہ حکومت اپنے پانچ سال پورے کرے گی۔ کیسا عجب ملک ہے اپنا پاکستان جہاں کابینہ کا ایک رکن وزیر اعظم کو یقین دہانی کراتا اور حوصلہ دیتا ہے کہ ہم آپ کے پاؤں کے نیچے سے قالین نہیں کھینچیں گے۔ گویا اگر ان کے پہلے زوردار اعلان کو سامنے رکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ڈٹ جانے سے طاقت کے نمائندے نے ایک تاریخی یوٹرن لیا ہے۔

اب معزز اور محترم طاقت کے نمائندے بات بات پر وزیر اعظم کو یقین دہانیاں کروا رہے ہیں کہ انہیں بدلا نہیں جا رہا اگرچہ کچھ اچھا نہیں ہو رہا۔ ملک وقوم کی کشتی طوفان میں پھنسی ہوئی اور بہتری کا امکان سرے سے نہیں ہے جس سے ملک کی سلامتی کو بھی خطرات لاحق ہو گئے ہیں لیکن چونکہ ہمارے اور آپ کے اقتدار کا سوال ہے لہٰذا جو چل رہا ہے چلنے دو، اقتدار کے حوالے سے کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لیا جاسکتا اس پر سہیل وڑائچ جو جنگ اخبار کے سینئر صحافی اور کالم نگار ہیں، انہوں نے موجودہ صورت حال پر محسن نقوی کے ٹرن اور یوٹرن پر 8 اگست 2026ء کے جنگ میں ایک کالم میں لکھا ہے جس کا اولین حصہ راقم من وعن نقل کر رہا ہے۔ کیونکہ ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی وہ لکھتے ہیں: ”سسٹم ناکام ہو چکا ہے مگر حکومت یہی رہے گی۔ یہ سسٹم دس سال بھی چلے تو کچھ نہیں بدلے گا مگر یہ حکومت پانچ سال پورے کرے گی، شہباز صاحب 18 گھنٹے کام کرتے ہیں گھر کا نظام بہتر نہیں ہو رہا مگر وزیر اعظم شہباز شریف کی حکومت اپنی مدت پوری کرے گی۔ معیشت چل رہی ہے نہ سیاست مگر حکومت یہی رہے گی۔

پاکستان 75 سال سے کچھ نہیں کر سکا نہ اب کچھ کر پا رہا ہے مگر حکومت سے کوئی شکایت نہیں، حکومت یہی رہے گی، شہباز شریف 13 سال وزیر اعلیٰ رہے اور اب 4 سال سے وزیر اعظم ہیں ان 17 برسوں میں کوئی بڑی تبدیلی یا انقلاب نہ آیا مگر حکومت انہی کی رہے گی۔ 17 بجٹ آ چکے معیشت میں کوئی بدلاؤ نہ آیا مگر یہی حکومت سب سے اچھی ہے، یہی رہے گی۔ پچھلے 17 برسوں سے کوئی ڈھنگ کا بلدیاتی قانون نہیں بن سکا بلدیاتی اداروں کو اختیارات نہیں مل سکے مگر حکومت یہی رہے گی، جنرل مشرف نے ڈپٹی کمشنر ختم کرکے اختیارات ضلع کونسل اور میئر کو دیئے تھے۔ وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے دوبارہ ڈپٹی کمشنر بحال کر دیئے مگر ان کا نظام کی خرابی میں کوئی قصور نہیں۔ وزیر اعظم اور ان کی کابینہ اپنی 5 سالہ مدت پوری کرے گی، شہباز حکومت وفاق میں 5 بجٹ دے چکی، کئی آئینی ترامیم کر چکی، بلدیاتی انتخابات کے بارے میں کچھ نہیں کیا، مگر وہ سب سے بہتر وزیر اعظم ہیں۔ وہ پورے 5 سال وزیر اعظم رہیں گے۔ کابینہ ایک مضبوط اور متحد ٹیم کا نام ہوتا ہے۔ یہاں وزیر کابینہ کے اندر نہیں کھلے عام لڑتے اور ایک دوسرے کے خلاف بیان دیتے ہیں مگر کابینہ اور وزیر اعظم یہی سب سے بہتر ہیں، یہی چلیں گے۔

پاکستان ایک زرعی ملک ہے اس سال بمپر فصل ہوئی ہے، پر کیا کریں گندم مہنگے داموں درآمد کرنی پڑ گئی ہے۔ سستے داموں اپنے زمینداروں سے نہیں خرید سکے مگر اس حکومت کی پالیسیاں شاندار ہیں اسے چارج شیٹ کیسے کیا جا سکتا ہے یہی حکومت 5 سال ایسی ہی شاندار پالیسیاں بناتی رہے گی۔ ہر سال دعویٰ کیا جاتا ہے کہ چینی ملکی ضرورت سے زیادہ ہے، وزیر اعظم شہباز شریف اور ان کی کابینہ چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ سال کے آخر میں چینی کم پڑ جاتی ہے تو مہنگے داموں درآمد کی جاتی ہے مگر یہ کوئی اسکینڈل تھوڑا ہے، حکومت کی ایمانداری اور عقل مندی پر شبہ کرنا بھی گناہ ہے، اس لیے حکومت پانچ سال پورے کرے گی۔

وزیر اعظم سیکریٹریٹ اور 5 وزراء کے درمیان تناؤ کی خبریں بالکل جھوٹی ہیں، اس لیے یہی حکومت پوری طاقت اور رفتار سے 5 سال پورے کرے گی۔ ایک جونیئر اور ٹیکنوکریٹ وزیر کو ویٹو پاور حاصل ہونے کی خبر صرف ہوائی ہے، یہ حکومت بہترین دماغوں پر مشتمل ہے، یہی حکومت چلے گی اور 5 سال پورے کرے گی۔ حکومت اور مقتدرہ نے بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے ایس آئی ایف سی طاقتور ونڈو بنائی مگر یہ آتنی موثر کیوں ثابت نہ ہو سکی؟ ذمہ دار نوکر شاہی ہے مگر حکومت یہی رہے گی، یہ اپنے پانچ سال پورے کرے گی۔ وزیر اعظم لمبی لمبی میٹنگز کرتے ہیں کئی کئی گھنٹے محنت کرتے ہیں مگر فیصلہ نہیں کرتے، کمیٹی بنا دیتے ہیں، تیز ترین فیصلے نہ کرنے کے باوجود حکومت یہی رہے گی۔

وزیر اعظم نے آج تک نہ تو کسی بڑے اجتماع سے خطاب کیا ہے نہ اپنے معاشی ویژن اور پروگرام کی منصوبہ بندی بیان کی ہے مگر اس کے باوجود وزیر اعظم ہی سب سے بہتر ہیں وہ پانچ سال پورے کریں گے، لوگ خواہ مخواہ افواہیں اڑاتے ہیں کہ ایک کابینہ، اور دوسری سپر کابینہ ہے، فیصلے سپر کابینہ کرتی ہے۔ ظاہر ہے یہ سب غلط ہے اس لیے وزیر اعظم اور ان کی کابینہ اسی طرح صلاح مشورے کرکے ملک وقوم کی بہتری کے لیے اپنے 5 سال پورے کریں گے۔ وفاق اور پنجاب کی صوبائی حکومت میں دوریاں جھوٹی کہانیاں ہیں اس لیے وزیر اعظم کو کوئی خطرہ نہیں۔ نظام خراب ہے تباہ ہو چکا ہے مگر مقتدرہ اور وزیر اعظم نہ صرف ایک صفحہ پر ہیں بلکہ اب تو وہ نصاب کا حصہ ہیں، اس لئے حکومت پورے پانچ سال اسی طرح چلتی رہے گی۔

وزیر اعظم شہباز شریف ذاتی طور پر بہت ملنسار اور سب کے ساتھ مل کر کام کرنے میں بہترین ہیں اس لیے ان کا وزیر اعظم رہنا ہی بہتر ہے، 5 سال وہی رہیں گے۔“ سہیل وڑائچ نے جس صحافتی مہارت سے نظام اور اُس کے سٹیک ہولڈرز کی ناکامی کا تذکرہ کیا ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے جبکہ کون نہیں جانتا کہ مذکورہ صحافی مسلم لیگ کے لاڈلے اور طاقتوروں کے دوست ہیں۔ بہرحال انہیں صحافت میں اپنی ساکھ کو بھی تو زندہ رکھنا ہے۔ راقم اس ٹرن اور یوٹرن پر صرف یہ کہے گا کہ اقتدار کتنی ظالم شے ہے انسان سے کیا کچھ کرواتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! رہی بات نظام کی وہ تو عوامی سطح پر گن پوائنٹ پر عدم اعتماد کرواتے ہی ناکام ہو گیا تھا اور گزشتہ چار سال سے ہر روز ناکامی کا منہ دیکھ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب اس نظام کو کسی نے جیل میں ہوتے ہوئے ننگا کر دیا ہے، لہٰذا انتظام صرف ناکام نہیں ہوا بلکہ ننگا بھی ہوا ہے۔

❀❀❀

بیت اللہ چیریٹیبل فاؤنڈیشن

قائم شدہ 2025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارش اور وضو کے پانی کا موثر استعمال: مسجد عائشہ صدیقہؓ کا مثالی منصوبہ

پانی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ سورۃ الانبیاء 21:30 الحمد للہ! آپ کی فاؤنڈیشن کی جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ، سمارٹ ٹاؤن لاہور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش کے پانی اور وضو کے استعمال شدہ پانی کو محفوظ کر کے ریچارج ویل (Recharge Well) کے ذریعے دوبارہ زمین میں پہنچانے کا کامیاب نظام اکتوبر 2022 سے چل رہا ہے۔ یہ ایک ماحول دوست اور پانی کے تحفظ کا عملی منصوبہ ہے۔ جس سے پانی ضائع ہونے کے بجائے زیرِ زمین ذخائر میں واپس چلا جاتا ہے۔

بارش کے پانی کی بچت

مسجد کا رقبہ 10 مرلہ / 250 مربع گز ہے اور چھت کا رقبہ تقریباً 253 مربع میٹر ہے لاہور میں سالانہ اوسطاً بارش تقریباً 700 ملی میٹر ہوتی ہے بارش ہونے کی صورت میں مسجد عائشہ کی چھت پر سالانہ تقریباً 177,000 لیٹر بارش کا پانی گرتا ہے۔ فلٹریشن اور معمولی ضیاع کے بعد تقریباً 165,000 لیٹر پانی محفوظ کر کے زمین میں واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

وضو کے پانی کی بچت

جامع مسجد عائشہ صدیقہؓ میں روزانہ اوسطاً 150 نمازی وضو کے لیے پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر ایک نمازی اوسطاً 3 لیٹر پانی استعمال کرے تو سالانہ 164,250 لیٹر بنتا ہے۔ یہ تمام پانی بھی ریچارج ویل کے ذریعے زمین میں واپس پہنچایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر تقریباً **ساڑھے تین لاکھ لیٹر** پانی ہر سال زیرِ زمین واپس پہنچایا جا رہا ہے۔

اس منصوبے کے نمایاں فوائد

✓زیرِ زمین پانی کی سطح (water table) بہتر ہوتی ہے۔ ✓ٹیوب ویلوں کے خشک ہونے کا خدشہ کم ہوتا ہے۔ ✓بارش کا قیمتی پانی ضائع نہیں ہوتا۔ ✓گلیوں اور سڑکوں پر پانی جمع ہونے میں کمی آتی ہے۔ ✓مساجد ماحول دوست (Eco-Friendly) اداروں کی عملی مثال بنتی ہیں۔ ✓آنے والی نسلوں کے لیے پانی کا ذخیرہ محفوظ ہوتا ہے۔ پاکستان کی پہلی اقتصادی مردم شماری 2023 کے مطابق پاکستان میں تقریباً 6 لاکھ (600,000) مساجد موجود ہیں۔ اگر پاکستان کی 10 مرلہ / 250 مربع گز کے سائز کی صرف 10,000 مساجد ایسا نظام اختیار کر لیں تو ہر سال تقریباً **ساڑھے تین ارب لیٹر** سے زائد پانی زمین میں واپس پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر مدارس، اسکول، گھروں تجارتی مراکز شاپنگ مالز، فیکٹریوں نجی اور سرکاری عمارتوں میں بھی یہ نظام رائج ہو جائے تو پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے ممکنہ طور پر اور مستقبل کے پانی کے بحران سے بچا جا سکتا ہے

پانی بچائیے، زمین کو زندہ رکھیے، اور آنے والی نسلوں کا مستقبل محفوظ بنائیے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر کرنے، اسراف سے بچنے اور پانی کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اہم بات اس منصوبے میں تکنیکی رہنمائی حاصل کرنے کے لیئے ہم سے بذریعہ ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں

اس فاؤنڈیشن کا قیام کمپنیز ایکٹ 2017 سیکشن 42 کے تحت غیر منافع بخش منظور شدہ ادارہ عمل میں لایا گیا ہے لائسنس نمبر 0299500
پنجاب چیریٹی کمیشن گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ ادارہ رجسٹریشن نمبر PB848541301934400 نیشنل انکم ٹیکس نمبر G 988546

مرکزی دفتر جامع مسجد عائشہؓ، سمارٹ ٹاؤن، نزد ای 5 بلاک، انجینئرز ٹاؤن، سیکٹر اے، ڈیفنس روڈ لاہور
baitullah.foundation11@gmail.com
0317 4630894

خواتین کی تعلیم کی اہمیت اور مطلوبہ لائحہ عمل (حصہ دوم)

ثریا بتول

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلام میں تعلیم نسواں کا مقصد

تعلیم نسواں کی اسلام نے بہت تاکید کی ہے اور مغربی تہذیب بھی تعلیم نسواں پر بڑا زور دیتی ہے مگر دونوں کے مقاصد میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مقاصد مختلف ہونے کی بنا پر دونوں تعلیموں کی نوعیت و کیفیت بھی جداگانہ ہے۔

تعلیم نسواں سے متعلق اسلام کے مقاصد

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک اہم حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے (روز قیامت) اپنی اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ایک مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے، اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ سنو! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (بخاری)

عورت پر شوہر اور اولاد کی ذمہ داریاں

قرآن پاک میں نیک عورت کی ذمہ داریوں اور فرائض کا ذکر اس طرح ہوتا ہے:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ط﴾ (النساء: 34) ''جو نیک عورتیں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں، مردوں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔''

(2) اسی طرح سورۃ الروم آیت نمبر 21 میں ارشاد ہوتا ہے: ''اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

مندرجہ بالا دونوں آیات اور حدیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی فرمانبردار ہو اس کے مال، گھر، اولاد کی بخوبی حفاظت کرے اور گھر کو اپنے مکینوں کے لیے باعث آرام وسکون بنا دے۔ نبی کریم ﷺ نے قریش کی خواتین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''قریش کی نیک عورتیں بھی خوب ہیں، ان میں دو باتیں ایسی ہیں جو دوسروں میں نہیں۔ ایک تو وہ اپنے بچوں پر خوب شفقت کرتی ہیں۔ دوم اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔'' (بخاری)

اس لحاظ سے عورت کی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو اس کو صالح بیٹی، وفا شعار بہن، فرمانبردار بیوی اور باکردار وہمدرد ماں بنا سکے۔ ابتدائی تعلیم بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ ابتدائی پانچ سال میں ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی ابتدائی تعلیم اسلامی نکتہ نظر سے یکساں ہونی چاہیے، یعنی ہر مسلم بچے کو یہ سبق دینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ومالک ہے۔ اس نے اپنی تمام مخلوق کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں، ہمیں اسی کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا لازم ہے۔ پھر ہر مسلمان بچے کے دل میں عقیدۂ توحید، عقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور قرآن وسنت کی اہمیت راسخ کی جائے۔ کفر، شرک اور دہریت یا سیکولرازم کے باطل ہونے کا نقش ان کے دل میں بٹھایا جائے۔ پھر ان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کی پہچان کروائی جائے۔ سچائی، صفائی، وقت کی پابندی، محبت، ہمدردی اور ایثار کا سبق دیا جائے۔ افرادِ خانہ کے ساتھ مروّت سے پیش آنے کا عملی درس والدین اپنے روزمرہ معمولات سے ان کو مہیا کریں۔ پھر طہارت و پاکیزگی کے احکام، وضو کا طریقہ، نماز اور روزے کی ادائیگی، حلال وحرام کے ابتدائی حدود، والدین، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق، شائستہ لباس کے انداز اور معاشرتی زندگی کی پسندیدہ عادات واطوار ان کو اس طرح ذہن نشین کروائے جائیں کہ وہ اس ابتدائی تعلیم وتدریس کی بنا پر ستھری اور پاکیزہ اسلامی زندگی بسر کرسکیں۔

اس ابتدائی تعلیم کی بیشتر بنیاد گھر میں ہی رکھی جاتی ہے کہ ماں کی گود معصوم بچے کا اولین مدرسہ ہے۔ وہی اپنے گھر کی عملی مثالوں سے بچے کو کفر وشرک، گمراہ کن عقائد اور فضول رسوم ورواج سے بچانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

بعد ازاں طالبات کے لیے ثانوی تعلیم اس طرح کی ہونی چاہیے جس میں عربی زبان کی تدریس لازمی ہو تاکہ قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر سمجھنا ان کے لیے ممکن ہو سکے۔ وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی احادیث کو پڑھ سکیں تاکہ اس سے ان کے عقائد اور اخلاق میں نکھار پیدا ہو۔ انہیں صالحین کے کردار سے آشنائی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسولوں کی عدم اطاعت کے نقصانات سے وہ واقف ہو سکیں حیا کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ عفت وپاکدامنی اور ستر وحجاب کی حدود سے ان کو آگاہ کیا جائے۔ کم از کم وہ دین کے بنیادی مسائل اس حد تک سیکھ لیں کہ صحیح اسلامی زندگی گزار سکیں، پھر ان کو انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ پڑھائی جائے، اپنے اسلاف کی تاریخ سے آگاہی دی جائے۔ عہد نبوی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تاریخ کے ساتھ صحابیات رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی سے واقفیت ہو تاکہ بچیوں کے دل پر یہ نقش گہرا پختہ اور مضبوط ہو جائے کہ صرف نیک اور صالح لوگ ہی دنیا میں تعمیر اور ترقی کا کام سرانجام دے سکتے ہیں اور بنی نوع انسان کی خدمت کر سکتے ہیں جبکہ ظالم اور جابر لوگ تو ہمیشہ دنیا میں فساد اور تباہی وبربادی کا باعث ہی بنتے رہے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے ذہنوں میں راسخ کردی جائے کہ صرف اسلام ہی ان کی فلاح کا ضامن ہے۔

خواتین کے لیے الگ نصاب تعلیم

خواتین کے لیے ایسی تعلیم لازمی ہے جو بچوں کی پرورش، تربیت اور سیرت سازی میں معاون ثابت ہو سکے۔ لہٰذا اس کو وہ امور ضرور سیکھنے چاہئیں جو ساری عمر گھر میں انجام دینے ہیں مثلاً:

(1) خانہ داری: میسر وسائل میں غذائیت سے بھرپور کھانا تیار کرنا۔

(2) گھر کی ضرورت کے مطابق سلائی کڑھائی اور بے کار چیزوں کو کارآمد بنانا، پھٹے کپڑوں کو پیوند لگا کر دوبارہ قابل استعمال بنانا۔

(3) موسم کے مطابق ستر کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے لباس تیار کرنا، پھر لباس پہننے کا سلیقہ بھی ہو، تاکہ صفائی ستھرائی سے کم قیمت لباس کو بھی دیدہ زیب بنا سکے۔

(4) گھر کی صفائی ستھرائی اور آرائش میں سلیقہ اور ترتیب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ کم قیمت مگر سلیقہ سے رکھا ہوا سامان بیش قیمت مگر بے ترتیبی سے رکھے گئے سامان کے

مقابلے میں زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ عورت کا بے سلیقہ اور پھوہڑ ہونا پورے گھر کو منتشر اور خراب کر دیتا ہے۔

(5) گھر کا بجٹ تیار کرنا: اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانا تاکہ کسی سے ادھار مانگنے کی نوبت پیش نہ آئے۔ ضروری اور اہم چیزوں کو ترجیح دینا، تعیش اور سجاوٹ کی اشیاء کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔

(6) گھر کا اس طرح بندوبست کرنا کہ ہر ایک کے لیے گھر میں سکون و اطمینان میسر ہو، ہر ایک کی ضرورت و ترجیحات کو سامنے رکھ کر ان کو آرام مہیا کیا جائے۔ بیمار کی تیمارداری ہو، بچوں کو پڑھانے کا بندوبست ہو۔ افرادِ خانہ باہم پیار و محبت اور حسن سلوک سے پیش آئیں کہ قرآن پاک نے گھر کی اہم صفت اس کا سکون و اطمینان ہونا ہی بتائی ہے۔ لہٰذا عزیزوں، رشتہ داروں اور ہمسایوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کا سلیقہ بھی عورت کو سکھایا جانا چاہیے۔

(7) ابتدائی طبی امداد یا فرسٹ ایڈ اور مریضوں کی تیمارداری وغیرہ

(8) بجلی کی گھریلو استعمال کی اشیا کو ٹھیک کرنے کے لیے ابتدائی واقفیت بھی ضروری ہے۔

(9) عورتوں کو فوجی ٹریننگ بھی اتنی ضرور دی جانی چاہیے کہ وہ اپنا دفاع اور تحفظ کر سکیں۔ ضرورت کے وقت ان کو پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔

اعلیٰ تعلیم

مندرجہ بالا تعلیم کے علاوہ جو خواتین مزید تعلیم حاصل کرنا چاہیں، ان کے لیے تدریس اور طب کے شعبے موجود ہیں، وہ علم و ادب کے میدان میں بہت آگے بڑھ سکتی ہیں۔ نرسنگ اور ہوم اکنامکس کے کورس حاصل کر سکتی ہیں۔ ایسے کام جو گھریلو حدود کے اندر انجام دیے جا سکتے ہوں، ان کا عورت کو علم ہونا چاہیے۔ ان نصابات میں عورت کی نفسیات، شخصیت اور فطری فرائض کو پیش نظر رکھنا بڑا ضروری ہے مثلاً یہ کہ

(1) خواتین کا منصب اور اُن کے حقوق و فرائض

(2) دائرۂ زوجیت اور فریضہ مادریت کے بارے میں اسلامی حکمت عملی

(3) عہد نبوی سے لے کر دورِ حاضر تک خواتین کی دینی، علمی، ادبی، ملی، رفاہی اور تعلیمی و تصنیفی سرگرمیاں

(4) ترقی نسواں اور مساوات مرد و زن کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ

(5) پردے کے موضوع پر عقلی تجربات اور مشاہدے کی روشنی میں دینی احکام کی حکمت اور مصلحت

(6) مذاہب عالم اور اسلامی علوم کا تقابلی مطالعہ اور اسلام کی فوقیت و برتری

غرض قرآن و سنت کا گہرا شعور دینا اور نبی پاک کی سیرت طیبہ کو زندگی کا محور و مرکز بنا دینا لازمی ہے۔ ایسے ہی خواتین کے مسائل اور موضوعات پر ان کو مہارت ہونی چاہیے۔

ملازمت

پھر جو خواتین اپنے دائرہ کار کے اندر مجبوری کے تحت مناسب ملازمت کرنا چاہیں، لازمی ہے کہ وہ پردہ اور حجاب کی شرط کو ملحوظ رکھیں۔ سادگی اور وقار سے اپنے بیرونِ خانہ فرائض انجام دیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ عورت کا بہر حال دائرہ کار اُس کا گھر، اُس کا شوہر، بچے اور دیگر افرادِ خانہ ہیں۔ گھر کے نقصانات کی قیمت پر بیرونِ خانہ ملازمت اسلام کے طے شدہ پروگرام کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں اُس کی عفت و عصمت محفوظ و مامون رہے۔ اگر کبھی حیا و عفت پر کوئی گندی چھینٹ پڑ گئی تو یہ بہت بڑا نقصان ہوگا۔

مطلوبہ لائحہ عمل

ہمارا میڈیا، سرکاری شعبے اور مغربی لابی تو وطن عزیز کے ماحول کو مغرب کے رنگ میں رنگنے کا تہیہ کیے بیٹھے ہیں۔ ایسے میں یہ کام دینی تحریکوں کا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ عورت بگاڑ پروگرام کے لیے انسدادی تدابیر کریں۔

الحمد للہ وطن عزیز کا متدین اور دردمند طبقہ ہر دور میں اپنے فرائض کو ادا کرنے میں کوشاں رہا ہے۔ آج بے شمار زنانہ مدارس اس سلسلے میں اپنے فرائض ادا کرنے میں کوشاں ہیں۔ اور خواتین کو دشمن کی پُر فریب چالوں سے بچ کر اسلام کے سایہ امن و عافیت میں پناہ لینے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ اس طرح 1980ء سے مسلم تحریکوں کی طرف سے مثبت پیش رفت ہو رہی ہے۔ ہمیں اس بات کا شدید احساس ہے کہ مغربی لابی کا وار بڑا کاری ہے۔ ان کی پشت پر بے شمار وسائل ہیں، ہمارا سرکاری میڈیا بھی ان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یو این او ان کو ہر طرح کی مادی اور اخلاقی مدد فراہم کر رہی ہے۔

ہمارے پاس بے شک وہ وسائل نہیں مگر ہمیں یہ یقین کامل حاصل ہے کہ اقوام عالم کے عروج و زوال میں یہ بات یکساں رہی ہے کہ جب عورت اپنے صحیح مقام پر فائز ہوئی اور اس نے اپنے فطری فرائض ذمہ داری سے ادا کیے تو زندگی کے تمام شعبوں کے لیے معاشرے کو مہذب قابل اور محنتی افراد بکثرت میسر آئے پھر ان پر خوشحالی اور برکت کے باب کھلتے چلے گئے اور یہ سب کچھ تبھی ہو سکتا ہے جب ہر مرد اور ہر عورت دینی تعلیم سے آراستہ اور اس پر کاربند ہو۔ عورت کا احترام سے محروم ہونا اور بچوں کا ماں سے محروم ہونا کسی بھی معاشرہ کی نہایت ابتر حالت ہے۔ جب گھر والی گھر میں نہ رہے بلکہ کمانے کے لیے نکل کھڑی ہو تو اس سے گھر میں جو بدنظمی اور انتشار ہوگا، اس سے زندگی کی اعلیٰ قدریں قدم قدم پر پامال ہوتی ہیں اور معاشرے میں امن و سکون عنقا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عورت کو اس کا صحیح احترام ملنا بھی نتیجہ ہوتا ہے: عورت کی صحیح دینی تعلیم اور درست اندازِ فکر کا.....

قرآن و سنت کی تعلیم ہمیں اس یقین کامل سے مالا مال کر رہی ہے اور تجربہ و مشاہدہ اس کی پشت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے کہ شریعت سکول کالج کا وسیع نیٹ ورک ہی ہمارے لیے کامیابی کی راہیں کھولے گا اور ہماری خواتین کے مسائل حل کرے گا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم اپنی مساعی کو زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلائیں۔ ایسے شریعت سکول کالج زیادہ سے زیادہ پیمانے پر وجود میں آئیں جو اسلامی تعلیم کو اپنے روزمرہ نصاب کا حصہ بنائیں۔ جن کے ماحول اسلامی ہوں، ستر و حجاب کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ان کو نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ پرائیویٹ ٹی وی چینل، جرائد و اخبارات اور پریس کانفرنسز میں عورت کی دینی تعلیم پر زور دیا جائے۔

ہمارے استاد، علماء، صحافی، سیاستدان اور دیگر سب لوگ مل کر یہ تحریک برپا کریں کہ عورت کو وہ مقام اور حقوق دے دیے جائیں جو اس کو اسلام نے دیے ہیں۔ اس غرض کے لیے مغربی نظریہ کا فریب سب پر واضح کرنا چاہیے کہ یہ عورت کے حق میں بلکہ خود معاشرے کے حق میں بھی زہر قاتل ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا دیا ہوا نظام نہ صرف مسلمان عورت کے لیے بلکہ دنیا بھر کی غیر مسلم عورتوں کے لیے بھی بہت دلکشی اور جاذبیت رکھتا ہے اور معاشی لحاظ سے بھی یہی نظام مسلمان معاشرے کے حق میں مفید و معاون ہے۔ اس نظام سے صرف مٹھی بھر اوباش فطرت اور آوارہ مزاج خواتین کو پریشانی لاحق ہو سکتی ہے جو اپنی فطرت مسخ کر کے مغرب کی نقالی کرتی ہیں اور مساوات کے تصور میں مگن مخلوط روزگار کو چند روزہ پُرلطف زندگی گزارنے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ ایسی خواتین کا زبردست علمی محاکمہ کر کے اُن کو لاجواب کر دیا جائے، یہ مسلم خواتین کا فرض ہے!

حصہ دوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمتیں کیوں ملیں؟

قاری احمد صدیق

(گزشتہ سے پیوستہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس لیے ملی کہ وہ آزمائشوں میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہے

دین صرف آسانیوں کا نام نہیں، بلکہ آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ⑩﴾(الزمر)

''صبر کرنے والوں کو بے حساب اَجر دیا جائے گا۔''

اُحد کے موقع پر شدید انتشار پیدا ہوا، لیکن چند جاں نثار صحابہ رسول اللہ ﷺ کے گرد ڈٹے رہے۔ ان میں حضرت ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور دیگر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اُس دن میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تیر چلا رہا تھا، اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ((ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي))

''تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔''(متفق علیہ)

حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ظلم کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے سابقہ اہلِ ایمان کے صبر کا ذکر فرمایا اور صبر کی تلقین کی۔(صحیح البخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشکلات دیکھ کر پیچھے نہیں ہٹے، بلکہ ہر آزمائش نے ان کے ایمان کو مزید مضبوط کیا۔ یہی استقامت انہیں تاریخ کا عظیم ترین قافلہ بنا گئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کے سچے محب تھے

صحابہ قرآن صرف پڑھتے نہیں تھے، بلکہ اسے اپنی زندگی کا دستور بناتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم دس آیات سیکھتے، پھر جب تک اُن پر عمل نہ کر لیتے، اگلی دس آیات نہیں پڑھتے تھے۔''(مصنف ابن ابی شیبۃ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ))''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''(صحیح البخاری)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جنگ یمامہ میں حفاظ کی بڑی تعداد شہید ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن ایک مصحف میں جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں نہایت احتیاط سے قرآن جمع کیا گیا۔(صحیح البخاری)

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ خدمت نہ کرتے تو آج قرآن کی حفاظت کا یہ عظیم انتظام ہمارے پاس نہ ہوتا۔

ہم روز قرآن پڑھتے ہیں، مگر کیا ہم اس کے احکام پر بھی عمل کرتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت اس لیے تھی کہ ان کا قرآن سے تعلق تلاوت، فہم اور عمل تینوں پر مشتمل تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کو پوری امانت کے ساتھ اُمت تک پہنچایا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(آل عمران: 110)''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ))''جو موجود ہے، وہ اس پیغام کو غیر موجود تک پہنچا دے۔''(متفق علیہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حکم کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا۔ کوئی شام پہنچا، کوئی عراق، کوئی مصر، کوئی خراسان، کوئی افریقہ اور کوئی سندھ کے علاقوں تک۔ انہی کی محنت سے قرآن، حدیث، فقہ اور سنت پوری اُمت تک پہنچی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی کہ علم محفوظ رہے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اور پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانچ ہزار سے زائد احادیث اُمت تک پہنچائیں۔(صحیح البخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا

دنیا کی سب سے بڑی کامیابی یہ نہیں کہ لوگ انسان سے راضی ہوں، بلکہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت راضی ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ خوش نصیب جماعت ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا⑱﴾(الفتح: 18)''اللہ راضی ہو گیا اہلِ ایمان سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے تو اللہ کے علم میں تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا تو اللہ نے ان پر سکینت نازل کر دی اور انہیں (بدلے میں) ایک قریبی فتح بخشی۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے صرف اُن کے ظاہری عمل کو نہیں دیکھا بلکہ فرمایا:﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ اللہ نے ان کے دلوں کا اخلاص دیکھا، اس لیے ان سے راضی ہو گیا۔

سن 6 ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر تقریباً چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر موت تک وفاداری کی بیعت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ))''جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، اُن میں سے کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔''(صحیح مسلم)

ہم اللہ کی رضا چاہتے ہیں، مگر کیا ہمارے دل بھی اخلاص، وفاداری اور اطاعت سے بھرے ہوئے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا اصل راز یہی تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے لیے اپنی جانیں پیش کیں

بدر اسلام اور کفر کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ تعداد صرف 313 تھی، سامان نہ ہونے کے برابر تھا، مگر ایمان پہاڑوں سے زیادہ مضبوط تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ﴾(آل عمران:123)''اور اللہ نے تو تمہاری مدد بدر میں بھی کی تھی جبکہ تم بہت کمزور تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اہلِ بدر کے بارے میں فرمایا:

((لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ))''اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر خصوصی نظرِ رحمت فرمائی اور فرمایا: جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا۔''(متفق علیہ)

جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔''

حضرت عمیر ؓ نے کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور فرمایا: ''اگر میں یہ کھجوریں کھاتا رہا تو زندگی لمبی ہو جائے گی۔ پھر میدان میں اترے اور شہید ہو گئے۔'' (صحیح مسلم)

بدر کا سبق یہ ہے کہ کامیابی تعداد، وسائل یا اسباب سے نہیں، بلکہ ایمان، توکل اور اطاعت سے ملتی ہے۔

صحابہ کرام ؓ ایک دوسرے سے بے مثال محبت کرتے تھے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے۔'' (الفتح:29)

اور انصار کے بارے میں فرمایا:

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو۔'' (الحشر:9)

سیدنا عبدالرحمن بن عوف ؓ جب مہاجر مدینہ بنے تو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

حضرت سعد بن ربیع ؓ نے فرمایا: ''میرا آدھا مال لے لیجیے۔''

حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے جواب دیا: ''بارك الله لك في مالك دلني على السوق'''' اللہ آپ کے مال میں برکت دے، مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے۔'' (صحیح البخاری)

یہ اخوت دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج امت فرقوں، تعصبات اور نفرتوں میں تقسیم ہے، جبکہ صحابہؓ کا راز باہمی محبت، ایثار اور اخوت تھا۔

صحابہ کرام ؓ دنیا میں رہتے تھے مگر دنیا اُن کے دل میں نہیں رہتی تھی

صحابہ نے حکومتیں حاصل کیں، خزانے آئے، مگر اُن کی زندگی سادگی، عدل اور خوفِ خدا سے معمور رہی۔

حضرت عمر بن خطاب ؓ کی ملاقات کے لیے سفیرانِ فارس مدینہ آئے تو خلیفۂ وقت کو تلاش کرنے لگے۔ بتایا گیا کہ مسجد کے قریب ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ بغیر کسی محافظ کے زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔

انہوں نے کہا: ''آپ نے عدل کیا، اس لیے امن پایا، اور اطمینان سے سو گئے۔''

یہ واقعہ مشہور ہے، اگرچہ اس جملے کی سند محدثین کے معیار کے مطابق ثابت نہیں؛ تاہم حضرت عمر ؓ کا عدل اور سادہ طرزِ زندگی متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے، مثلاً ان کا رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے راتوں کو گشت کرنا۔ (صحیح البخاری)

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان ؓ نے اتنا مال پیش کیا کہ رسول اللہ ﷺ خوش ہو گئے اور فرمایا: ''آج کے بعد عثمان کو (اس نیکی کے بعد) جو بھی عمل ہو، اس سے اسے نقصان نہیں ہوگا۔'' (جامع الترمذی)

صحابہ کرام ؓ نے دنیا کو ہاتھ میں رکھا، دل میں نہیں۔ اسی لیے دنیا ان کے قدموں میں آئی، مگر وہ دنیا کے غلام نہیں بنے۔

صحابہ کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا

صحابہ کرام ؓ کی عظمت کا ایک بڑا راز یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو زندگی کا دستور سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۚ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ﴾ (الحشر:7) ''رسول تمہیں جو دیں وہ لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

حضرت نافع ؒ فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن عمر ؓ جہاں رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھتے، وہیں نماز پڑھتے، جہاں آپ ﷺ آرام فرماتے، وہیں آرام کرتے، حتیٰ کہ سفر کے راستوں میں بھی آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے۔'' (متفق علیہ)

امام مالک ؒ فرماتے تھے کہ ابن عمر ؓ سنت کی پیروی میں سب سے زیادہ محتاط تھے۔

آج ہم محبت رسول ﷺ کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن ہماری زندگی سنت کے مطابق کتنی ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے محبت کو عمل سے ثابت کیا۔

صحابہ کرام ؓ کو اللہ تعالیٰ نے پوری اُمت کے لیے نمونہ بنادیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ﴾ (البقرۃ:137)

''اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پا جائیں گے۔''

اس آیت میں صحابہ کرام ؓ کے ایمان کو ہدایت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ))

''میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔'' (جامع الترمذي)

اُمت کی عزت نئے راستے ایجاد کرنے میں نہیں، بلکہ صحابہ کرام ؓ کے راستے پر چلنے میں ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے اُمت تک دین کو صحیح حالت میں پہنچایا

اگر صحابہ کرام ؓ نہ ہوتے تو: قرآن ہم تک نہ پہنچتا۔ حدیث محفوظ نہ رہتی۔ نماز، زکوٰۃ، حج اور دیگر احکام کی عملی شکل معلوم نہ ہوتی۔

امام ابوزرعہ رازی ؒ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی شخص کو صحابہ رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے؛ کیونکہ قرآن، رسول اور دین سب ہمارے پاس صحابہ کرام ؓ کے ذریعے پہنچے ہیں۔''

(امام خطیب بغدادی)

صحابہ کرام ؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور جنت کا وعدہ عطا فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (التوبہ:100)

''اللہ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔''

یہ قرآن کا ایسا اعزاز ہے جو مجموعی طور پر صحابہ کرام ؓ کے لیے بیان ہوا۔ اللہ کی رضا سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں۔

صحابہ کرام ؓ کی عظمت کے ضمن میں ہماری ذمہ داریاں

صحابہ کرام ؓ کے فضائل بیان کرنے کا مقصد صرف تاریخی معلومات حاصل کرنا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہم اُن کے حقوق پہچانیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔ اگر

ہم واقعی ان سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس محبت کے کچھ عملی تقاضے بھی ہیں۔

1۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ایمان کا تقاضا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اہل ایمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے ایمان لانے والوں کے لیے دعا کرتے ہیں، نہ کہ ان کے خلاف دل میں بغض رکھتے ہیں۔" (الحشر:10)

2۔ ان کا احترام کرنا اور زبان کی حفاظت کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔" (صحیح بخاری)

اس لیے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی تنقیص، توہین یا بے ادبی سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

3۔ ان کے باہمی اختلافات میں خاموشی اور عدل اختیار کرنا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان تھے، بعض اجتہادی اختلافات ہوئے، لیکن ان سب کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور زبان کو محفوظ رکھنا اہل سنت کا طریقہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں خیر ہی کہتے ہیں۔" (العقیدۃ الطحاویۃ)

4۔ ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا

ہم اپنے بچوں کو دنیا کے ہیرو تو بتاتے ہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں نہیں پڑھاتے۔ حالانکہ اصل ہیرو وہ ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سراہا۔

5۔ ان کے اوصاف اپنانے کی کوشش کرنا

صرف فضائل پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ ان جیسا ایمان، ان جیسا اخلاص، ان جیسی عبادت، ان جیسی سنت کی پیروی، ان جیسی قربانی، اور ان جیسا تقویٰ پیدا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

6۔ اپنی اولاد کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت پر تربیت دینا

یہ محبت خود بخود پیدا نہیں ہوتی بلکہ تعلیم و تربیت سے منتقل ہوتی ہے۔ بچوں کو خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بدر، مہاجرین اور انصار کے واقعات سنانے چاہئیں۔

7۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونے والے اعتراضات کا علمی جواب دینا آج سوشل میڈیا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں شبہات پھیلائے جاتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ مستند علم حاصل کریں، جذبات کے بجائے قرآن، صحیح حدیث اور معتبر اہل علم کی روشنی میں ان کا جواب دیں۔

8۔ اُمت کے اتحاد کو فروغ دینا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک نمایاں صفت باہمی محبت اور اخوت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح:29)

اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں بھی نفرت، حسد، تعصب اور فرقہ واریت سے بچ کر اُمت کے اتحاد کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔

معزز مسلمانو!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عزت عطا فرمائے، تو صرف "رضی اللہ عنہم" پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ اُن کے اوصاف کو اپنی زندگی میں اتارنا ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت صرف زبان کا دعویٰ نہیں، بلکہ: اُن کا احترام کرنا، ان کے لیے دعا کرنا، ان کی سیرت کا مطالعہ کرنا، ان کے نقش قدم پر چلنا، اور ان کے دفاع کو اپنا دینی فریضہ سمجھنا ہی سچی محبت کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سچی محبت، ان کے طریقے پر چلنے اور قیامت کے دن ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

جاری کردہ بلاغت رابعہ

جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

رجوع الی القرآن کورس

ان شاء اللہ

انٹرویو: یکم ستمبر 2026ء

آغاز کلاسز: 2 ستمبر 2026ء

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

اوقات تدریس: صبح 8:15 تا 1:00

ایئر کنڈیشنڈ کلاسز

عرصہ 44 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔

تعلیم: کم از کم انٹرمیڈیٹ

عمر: کم از کم 22 سال

دورانیہ: 10 ماہ

مضامین تدریس:

پارٹ 1 (سال اول) — برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرامر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لغوی توضیحات)
- دورۂ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- مطالعہ حدیث و اصطلاحات حدیث
- فکر اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیات اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ 2 (سال دوم) — برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب
- اصول تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصول حدیث
- درس حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

نوٹ: بیرون لاہور رہائشی صرف مرد حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

زیر انتظام: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور — بمقام: قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور

مزید تفصیلات کیلئے:

email: irts@tanzeem.org

www.khuddamulquran.org

0316-1466611 042-35869501

کہاں ہیں اہلِ فکر......

عامرہ احسان

جب سے شعور کی آنکھ کھولی ہے ع 'دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی' ہی کا منظر بار بار دہرایا جاتا دیکھا۔ شاید اس لیے کہ یہ آخری دور چل رہا ہے۔ قربِ قیامت کے اعتبار سے۔ خاتم النبیین ﷺ آکر نبوت رسالت کی تکمیل کر گئے۔ گریٹر اسرائیل برائے آمدِ دجال کی راہ ہم بچشم سر دیکھ رہے ہیں۔ جو بچپن میں 'جن کی جان طوطے میں ہے' والی کہانیاں پڑھی تھیں، وہ ہم یوں دیکھ رہے ہیں کہ 'طوطا' اسرائیل ہے (گرچہ کریہہ صورت)، اور امریکہ، یورپ تمام عیسائی، یہودی دنیا کے حکمران جنات (عوام نہیں) کی جان اسرائیل کے تحفظ اور بقا میں ہے۔ مغربی عوام اٹھ اٹھ کر احتجاج، مظاہروں کے ریکارڈ توڑ چکے۔ مگر ہر جا موساد کی تربیت یافتہ پولیس اور دیگر ہتھکنڈے انہیں پسپائی پر مجبور کرتے ہیں۔ دجال کی پیشانی پر لکھا (احادیث میں مذکور کافر) 'ک ف ر' اسرائیلی وردی، جنگجو جہاز پر اور امریکی وزیر دفاع ہیگسیتھ کے بازو پر بھی کندہ (ٹیٹو) ہے۔ دو ضعیف فلسطینیوں کو انسانی ڈھال بنا کر ظالمانہ طریقے سے گولیاں مار کر شہید کرنے والی 92 بٹالین، 'Kfir' والی بریگیڈ کے فوجیوں کی تھی۔

البتہ حیرت انگیز یہ ضرور ہے کہ تین سالوں میں پہلی مرتبہ اسرائیل کی 'رحم دلی' کی خبر آئی۔ وہ یہ کہ ان کے وزیر اتمار بن گویر نے فلسطینی قیدیوں کی جیلوں کے گرد خندقیں کھدوائیں تاکہ اس میں (پانی میں) نیل کے مگرمچھ بطور چوکیدار رکھے جائیں۔ (نیل کے مگرمچھ فرعونی زیادہ خونخوار ہوتے ہوں گے!) مگر اسرائیلی کورٹ کی مگرمچھوں کے لیے ماممتا تڑپ اٹھی۔ 'جانوروں کو جینے دو' نامی تنظیم (اسرائیلی حقوق مگرمچھان وطن) نے کورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ جانوروں سے بدسلوکی کا اندیشہ تھا اور اسرائیلی عملے کی بھی فکر تھی بظاہر۔ سو یہ پروگرام روک دیا گیا۔ یہ خدشہ بھی ہوگا کہ فلسطینی قیدیوں پر ظلم کی انتہا پر کہیں مگرمچھ آنسو بہاتے اسرائیلی عملے کو ہی نہ نگل جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پڑھ رکھے ہیں جہاں جانوروں نے انہیں پہچانا، تعظیم دی اور حکم مانا!

ایران پر جنگ کے حوالے سے سابق مشیر ٹرمپ (جو اس جنگ پر احتجاجاً مستعفی ہو گئے تھے) جو کینٹ نے کہا: 'اہم ترین اقدام جو ٹرمپ کر سکتا ہے یہی ہے کہ وہ فوراً اس جنگ سے نکل جائے۔ یہی بہترین راستہ ہے جنگ ختم کرنے کا'۔ مشیر صاحب تسلی رکھیں، ٹرمپ کہہ چکا ہے کہ ایران سے دھیمے سروں میں (Low Key!) بات چیت جاری رہے گی۔ کینٹ بلاسبب بے قرار ہو رہے ہیں۔ کچھ مقاصد ہیں، اہداف ہیں جو حاصل ہو جائیں۔ ایران نے بھی اپنے مطالبات دہرائے ہیں۔ امریکی جنگ کے پس پردہ اسرائیل چہار جانب پنجے پھیلا رہا ہے۔ لبنان میں اب تک 3354 جاں بحق ہو چکے۔ حوثی بھی دوبارہ اٹھ کر سعودی عرب کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ ہرمز اور باب المندب دونوں ایرانی دائرۂ اثر میں ہیں۔ باب المندب پر حوثی ہیں جو دوسری طرف سعودی عرب کے اتحادی یمنیوں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ 11 یمنی جاں بحق اور 30 زخمی ہو گئے۔ یمنی ساحل ڈرونز کے ذریعے تباہ حال کر دیا۔

ادھر ایران نے زرِ تلافی طلب کیا ہے امریکہ سے اس جنگ کا۔ ہرمز کھولنے کے لیے بھی معاوضہ۔ نیز ایران پر پابندیاں اور فوجی دھمکیاں ختم ہوں۔ یہ تو کھلے مطالبے ہیں۔ دنیا کی معیشت بحری تجارت سے وابستہ ہے سو چند کام نکل جائیں۔ مشرق وسطیٰ کا نقشہ کونڈولیزا رائس دور کی پیشین گوئی/حقیقی خواہش کے مطابق ہو جائے تو سب ٹھیک (ان کے اعتبار سے) ہو جائے گا۔ غزہ پر قبضہ تقریباً ہو ہی چکا۔ خستہ حالی کی آخری انتہاؤں پر فلسطینی پہنچائے جا چکے۔ سعودی عرب نے بحری دفاعی اتحاد بنانے کو کثیر الملکی کانفرنس بلائی۔ ریاض میں 30 جولائی کو بشمول یورپی یونین کے، 43 ممالک نے شرکت کی۔ سبھی کو بحری تجارت کو لاحق خطرات کا احساس تھا۔ تاہم اس اتحاد کی رکنیت صرف 14 مسلم ممالک نے اختیار کی، جو حوثیوں کی دھمکیوں کے پیشِ نظر بنا ہے۔ ایسی کوششوں میں اطمینان دلانے کو یورپ کی شرکت رہتی ہے!

ٹرمپ کے امن معاہدے کا حقیقی مآل بھی سامنے ہے۔ جس کا بہت چرچا تھا۔ ٹرمپ کے گُن ہم نے بھی گائے: خود اس کے دعوے بلند بانگ تھے کہ یہ تباہ کن جنگ کا خاتمہ کر دے گا۔ وہ اصلاً آج مظلوم فلسطینیوں کے خلاف وحشی جنگی جنونیوں کی درپردہ فتح تھی۔ ایک مکمل نسل کشی کے جرم کے باوجود فلسطین کو آزاد ریاست تو کیا ہونا تھا، مغربی کنارہ بھی دن بدن ہاتھ سے جا رہا، ظلم کے شکنجے میں ہے۔ حماس کے ہتھیار ڈالنے اور اسے مکمل ختم کرنے کے ٹرمپ و اسرائیلی عزائم کی تکمیل مطلوب ہے بس۔

آزاد کشمیر کی صورتحال پر بیرون ملک مقیم کشمیریوں نے شدید تشویش کا مظاہرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر غلام نبی فائی، چیئرمین عالمی فورم برائے امن و انصاف نے مصدقہ اطلاعات پر (مظاہرین اور سیکورٹی فورسز کے جانی اتلاف کی) قانونی اور اخلاقی تقاضے پر متوجہ کیا ہے۔ یو این ہائی کمیشن نے بھی ہیومن رائٹس کی ذمہ داری کے تناظر میں فوری اور مکمل غیر جانبدارانہ تفتیش کا مطالبہ کیا ہے، راولاکوٹ میں 17 جولائی کے واقعے پر۔ وگرنہ یہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے موقف کو جموں و کشمیر، بھارت تنازع پر شدید نقصان پہنچائے گا۔ یہی اظہار تحریراً 30 برطانوی ممبران پارلیمنٹ اور یو کے بھر میں ان کے ساتھیوں، بشمول کل جماعتی پارلیمانی گروپ چیئرمین عمران حسین ممبر پارلیمنٹ نے کیا ہے۔ گرفتاریوں، مواصلاتی سروسز کی پابندیوں پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مذاکرات کے ذریعے معاملات طے کرنے پر زور دیا ہے۔

بھارت میں (نیپال، سری لنکا اور بنگلہ دیش کی مثل!) اب مودی کی آہنی قوت، کم عمر طلباء اور نہتے نوجوانوں کے شہر شہر پھیل گئے مظاہروں کی حدت سے پگھل رہی ہے۔ وزیر کے استعفیٰ پر بھی کہانی ختم نہ ہوئی۔ فرعون پر ٹڈیوں، مینڈکوں، جوؤں کا عذاب اللہ نے بھیجا تھا۔ یہاں آج کے فراعنہ پر بھی مینڈکوں کی طرح ٹراتے (کاکروچوں کی تشبیہ دی تھی متکبر جج نے) خطِ غربت کے نیچے سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کا مقابلہ کرتے مواصلاتی رابطوں کا گلا گھونٹنا، بھوک، تنگی کا عذاب دیا، دبانے کی کوشش کی۔ مگر یہ برگر، فوڈ پانڈا کلاس تو نہ تھی کہ دب جاتی۔ عوام کے لیے دیوانی مہنگائی، بے روزگاری، ذلت میں دردر کی خاک چھاننا، تن کے کپڑے، پاؤں کی جوتی، سواری سے محروم آبلہ پائی آخر کب تلک۔ حکمرانوں کی بدعنوانی، مراعات کی انتہائیں، گاڑیوں کے شاندار قافلے،

عشرت کدے، بیرونی ممالک میں سرمایہ کاریاں، جائیدادیں، اولادیں۔ کہانی تمام تحریکوں، انقلابوں کی متماثل ہے۔ تیونس میں ایک غریب کی ریڑھی ہی تو الٹی تھی اور عرب بہار نے حکمرانوں کے سبھی عیش بہاریں لوٹ لیں۔ حسنی مبارک، قذافی، بوعلی غرض کوئی نہ بچا۔ ڈالروں، ریالوں بھرے بینک اور ٹرنک سب سامنے آ گئے۔ افغانستان میں امریکی تابوت اٹھاتے رہ گئے، اشرف غنی ڈالر بھر بھر نیلی کا چڑلے کر راڑ گیا۔

یہ سب امریکہ اور بڑی طاقتیں بھی دیکھ رہی ہیں گی۔

جس طرح زہران ممدانی یہودیوں کے گڑھ نیو یارک سے منتخب ہو کر ٹرمپ کو للکارتا رہا۔ اب مشی گن میں مصری مسلمان ڈاکٹر عبدالرحمن عبدل السید (ڈیموکریٹ) کانگریس کے لیے سینیٹر کے انتخاب پر بطور امیدوار جیت گیا۔ زبردست اسرائیل مخالف، فلسطینی نسل کشی پر شدید ناقد، ٹرمپ پالیسیوں پر ڈٹ کر آواز اٹھانے والا۔ حد درجے لیاقت، صلاحیت کا حامل۔ بیوی انڈین مسلمان تجالی ڈاکٹر۔ اس کے خلاف بے پناہ پیسہ انتخابی مہم پر یہودیوں نے لٹایا، طاقتور ترین سیاسی مشینری کا استعمال بھی اسے نہ ہرا سکا۔ عوام غضبناک ہیں کہ ان کے خون پسینے کی کمائی نچوڑ کر سرمایہ دار غیر ملکی قوتوں، اسرائیل اور ذاتی مفادات پر لٹا رہے ہیں۔ یہ لمحہ فکریہ ہے دنیا بھر کے اقتدار کے نشے میں دھت حکمرانوں کے لیے۔

عام امریکی اب ہر معاملے پر احتجاج کر رہا ہے۔ ہر گزرتی گاڑی کی نمبر پلیٹ کی تصویر کشی کرتے کیمروں کو عوام نے جا بجا توڑ ڈالا شدید احتجاج کیا۔ ہماری نجی زندگی میں تانک جھانک کی جرأت کوئی نہ کرے۔ نگرانی کیمرے نامنظور، ICE (امیگریشن اور کسٹمز کے جبری نفاذ کا ادارہ) نامنظور! اور یوں سفید فام امریکہ پر سے بھورے، کالے غیر ملکی نسلوں کے امریکیوں سے ملک پاک کرنے کی ٹرمپی چاہت مصری نوجوان نے خواب پریشاں کر دی!

14،13 اگست کی درمیانی شب 12.00 بجے جب پاکستان اس اعلان سے وجود میں آیا کہ 'یہ ریڈیو پاکستان ہے' تو وہ 27 رمضان المبارک 1366ھ کی رات تھی۔ مگر ہم اسے یوم آزادی قرار نہیں دے سکتے تھے۔ جشن آزادی منانے کی کھلی آزادیاں سلب ہو جاتیں!

کہاں ہیں اہل فکر جن کی سوچ کے دھارے
مری مظلوم اس امت کا رخ بدل ڈالیں

اظہارِ خیال

دجال کی عالمی حکومت اور نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت

قسط: 9

رفیق چودھری

صہیونیوں کا اسرائیلی ماڈل

ایک زمانہ تھا کہ شام، کنعان (فلسطین) کی سابقہ قومیں نمرود کے دین پر تھیں اور ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ مقدس سرزمین میں باطل نظام کو مٹا کر اللہ کا نظام قائم کریں لیکن بنی اسرائیل گمراہ ہو کر نمرود کے قبالی دین میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بلاد شام کی سابقہ قوموں کو توفیق دی اور وہ دین ابراہیم اپنا کر موجودہ امت مسلمہ میں داخل ہو گئیں۔ لہٰذا اس عہد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا، بلاد شام کے مسلمان ہی سرزمین مقدس کے اصل حقدار ہیں۔ مگر صہیونی ایک طرف دیدہ دلیری کے ساتھ گریٹر اسرائیل کے نقشے لہراتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ دریائے نیل سے دریائے فرات تک کی سرزمین کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلنے والوں کو سرزمین فلسطین سے نکالنے کے لیے ظلم اور وحشت کی تمام حدیں پار کر رہے ہیں۔ یعنی جس شرط پر اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سرزمین موعود کا وعدہ کیا تھا، اُس شرط کی یہ خلاف ورزی کر رہے ہیں اور اس کے باوجود اس سرزمین پر زبردستی دعویٰ اور قابض ہونے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ اس کیفیت میں اُن کے لیے خود انہی کی کتاب میں اُن کے لیے سبق موجود ہے لیکن وہ غور نہیں کرتے:

"اے اسرائیلی قوم! کیا یہ تیرے غلط کام کا نتیجہ نہیں؟ کیونکہ تو نے رب کو اُس وقت ترک کر دیا جب وہ تیری رہنمائی کر رہا تھا۔ اب مجھے بتا کہ مصر کو جا کر دریائے نیل کا پانی پینے کا کیا فائدہ؟ ملک اسور میں جا کر دریائے فرات کا پانی پینے سے کیا حاصل؟ تیرا غلط کام تجھے سزا دے رہا ہے۔ تیری بے وفا حرکتیں ہی تیری سرزنش کر رہی ہیں۔ چنانچہ جان لے اور دھیان دے کہ اپنے رب کو چھوڑ کر اُس کا خوف نہ ماننے کا پھل کتنا برا اور کڑوا ہے۔ یہ قادر مطلق رب الافواج کا فرمان ہے۔" (یرمیاہ 2، آیات 17 تا 20)

اس گروہ کی اللہ سے بغاوت، سرکشی، ظلم اور غلط کاموں کی کچھ تفصیل تو ایپسٹین فائلز میں سامنے آ چکی ہے لیکن بہت کچھ زمانے کے لیے جاننا باقی ہے۔ یہاں ''رب الافواج'' کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ ان کو سزا دینے کے لیے مد مقابل فوجوں کا انتظام الٰہی منصوبے کا حصہ ہے۔ آج دنیا میں اسرائیل کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت اور لعنت و ملامت بھی الٰہی منصوبے کا حصہ ہے۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب میں آج سے 14 سو سال پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا:

''لعنت کی گئی ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے داؤدؑ کی زبان سے اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے بھی یہ اس لیے ہوا کہ اُنہوں نے نافرمانی کی اور وہ حدود سے تجاوز کر جاتے تھے۔'' (المائدہ:78)

یہ اس بات کی تصدیق ہے کہ اب سرزمین مقدس کا وعدہ اُن لوگوں کے لیے نہیں رہا جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کے دین کو چھوڑ دیا اور قبالہ کے مشرکانہ نمرودی دین کے پیچھے پڑ گئے۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب میں یہ کہہ کر دوٹوک انداز میں فیصلہ سنا دیا ہے:

''ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی، بلکہ سیدھے راستے والے مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہیں تھے؟'' (آل عمران:67)

اسرائیلی رول ماڈل جہاں بعل پرستی اور بت پرستی عام تھی

جو مشرک نہیں وہی تو سیدھے راستے والا مسلمان ہے لیکن اس کے باوجود یہاں دوبارہ واضح کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔ شرک اور بت پرستی کا راستہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمن نمرود کا راستہ تھا۔ اس نے اللہ کے پیغمبروں کے دین سے بغاوت کرکے اپنا دین بنایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس باطل دین کی مخالفت کی تو اس نے انہیں سزا کے طور پہلے آگ میں ڈالا اور پھر جلاوطن کردیا۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کنعان کی سرزمین کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بصورت دیگر اس وعدہ کی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ یہاں فیصلہ واضح ہوگیا کہ شام کی سرزمین کا وعدہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اس صلبی یا معنوی اولاد کے لیے تھا جو مسلمان تھی اور مشرک نہ تھی۔ آئندہ بھی اس سرزمین کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان پیروکاروں کے لیے ہے جو مسلمان ہوں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ جبکہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت ابراہیم علیہ السلام کے اسلام والے راستے کو چھوڑ چکی ہے اور واضح طور پر نمرود کے شرک و کفر پر مبنی دین میں پڑ چکی ہے۔ خود صیہونی میڈیا نے جنوری 2024ء میں گریٹر اسرائیل کا جو نقشہ جاری کیا ہے اس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو بادشاہوں کے نام اور سکے بھی دکھائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نام رحبعام ہے اور دوسرا یربعام۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد یہودی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جنوبی ریاست یہوداہ کہلائی اور اس کا بادشاہ رحبعام بنا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ جبکہ شمالی ریاست اسرائیل کہلائی سامرہ جس کا دارالحکومت تھا۔ اس کا بادشاہ یربعام (922ق م تا 901ق م) تھا جو کہ ایک جادوگر تھا اور بچھڑے کی پوجا کرتا تھا۔ Study dictionary کے مطابق Jeroboam یربعام نے سونے کے دو بچھڑے بنائے، ایک کو بیت ایل میں رکھا اور دوسرے کو دان شہر میں اور لوگوں سے کہا: ”اے بنی اسرائیل! اپنے ان معبودوں کو دیکھو جو تمہیں ملک مصر سے نکال لائے۔ اب تمہیں عبادت کے لیے یروشلم جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی قربانیاں ان بچھڑوں کی عبادت گاہوں پر چڑھاؤ۔“ اس طرح وہ اس شخص کے طور پر مشہور ہوگیا جس نے اسرائیل کو گناہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس پالیسی پر اسرائیل کے بعد میں آنے والے تمام بادشاہوں نے عمل کیا۔ یہی بات بائبل کتاب تواریخ دوم میں بھی لکھی ہے:

”اور اب تم سمجھتے ہو کہ تم واقعی رب کی بادشاہی پر فتح پا سکتے ہو جو داؤد کی اولاد کے ہاتھ میں ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے پاس بڑی فوج ہے اور سونے کے بچھڑے ہیں جو یربعام نے اس لیے بنائے تاکہ تم ان کی پوجا کرو۔“ (تواریخ 2، باب 13، آیت 8)

اسرائیل میں بچھڑے کی پرستش کے ساتھ ساتھ بعل اور اشتر کی پوجا بھی شروع ہوگئی، ان کے مندر بنائے گئے۔ اشتر کے فحش ستون بنائے گئے اور ان شرکیہ مقامات پر شرک و بت پرستی، بے حیائی اور فحاشی عام ہوگئی۔ اللہ کے دین سے بغاوت اور سرکشی میں دوسری یہودی ریاست یہوداہ کی حالت بھی اسرائیل سے مختلف نہ تھی جس کے پہلے بادشاہ رحبعام تھے۔ بائبل کتاب تواریخ دوم میں ہی اس کا حال بھی لکھا ہے:

”جب رحبعام کی حکومت زور پکڑ کر مضبوط ہوگئی تو اس نے تمام بنی اسرائیل سمیت رب کی شریعت کو ترک کردیا۔ ان کی رب سے بے وفائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رحبعام کی حکومت کے پانچویں سال مصر کے بادشاہ سیسق نے یروشلم پر حملہ کیا۔“ (تواریخ 2، باب 12)

”رحبعام نے اچھی زندگی نہ گزاری کیونکہ وہ پورے دل سے رب کا طالب نہ رہا تھا۔“

(تواریخ 2، باب 12، آیت 14)

اللہ تعالیٰ نے سمعیاہ نبی کو بھیج کر بنی اسرائیل کے دونوں گروہوں کو خبردار کیا اور دین ابراہیمؑ پر لوٹ آنے کی دعوت دی لیکن بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی سرکشی اور بغاوت بڑھتی چلی گئی۔

اب چونکہ موجودہ صیہونی ریاست اسرائیل نے اپنا رول ماڈل اسرائیل کی اس ریاست کو بنایا ہے جس میں بعل اور عشتارات (اشتر) کی پرستش اور فحاشی پر مبنی نمرودی مذہب اپنے عروج پر تھا اور اسی کے نام اپنا نام اسرائیل رکھا لہٰذا اسرائیلی میڈیا کا جنوری 2025ء کو جاری کیا گیا گریٹر اسرائیل کا یہ نقشہ قرآن کے موقف (البقرہ: 101،102) کی تصدیق کر رہا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ (موجودہ اسرائیل، اس کے بانی صیہونی اور ان کی پشتی بان عالمی تنظیمیں) نہ صرف آسمانی کتابوں اور دین ابراہیمؑ کو ترک کر چکا ہے بلکہ شیاطین کے دین پر عمل پیرا ہے جو کہ ابراہیمؑ کے دشمن نمرود کا دین ہے۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ وہاڑی شہر میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس سائیکالوجی، النور انٹرنیشنل سے فارغ التحصیل، صوم و صلوٰۃ اور شرعی پردہ کی پابند کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0306-6846311

☆ لاہور میں رہائش پذیر اہلحدیث فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی ایس، قد "5'.5، پردہ کی پابند کے لیے دیندار، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0336-4751911

☆ کراچی میں رہائش پذیر اردو اسپیکنگ رفیق تنظیم، عمر 32 سال، تعلیم انٹر، سرکاری ملازم، مذہبی سوچ، سادہ و اسلامی طرز زندگی کے نکاح مسنونہ کے لیے رفیقہ تنظیم یا رفیق تنظیم کی عزیزہ کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0343-3462383

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ مقامی تنظیم باجوڑ شرقی کے ملتزم رفیق محترم شیر بہادر کے چچا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0302-2460401

☆ حلقہ کراچی شمالی، شادمان ٹاؤن کے مبتدی رفیق محترم آفاق احمد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0345-2821906

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

❀❀❀

History bears witness that whenever Muslims stood united under common principles of faith, justice, and mutual cooperation, they emerged as a force for stability and civilization. Whenever they became divided, foreign domination followed. The revival of the Ummah therefore requires sincere efforts to promote mutual respect, consultation, cooperation, and collective security among Muslim nations.

Pakistan's Strategic Responsibility

Equipped with nuclear capability, Pakistan occupies a unique position in the Muslim world. It was established in the name of Islam and possesses significant strategic capabilities, including one of the strongest armed forces among Muslim countries. Its geographic location places it at the crossroads of South Asia, Central Asia, China, Iran, and the Middle East.

These blessings also impose responsibilities. Besides implementing Islamic System, Pakistan must continue strengthening its internal unity, constitutional institutions, economic resilience, scientific research, educational standards, and national defense. Internal political instability, economic weakness, corruption, and social polarization weaken not only Pakistan itself but also diminish its ability to contribute positively to the wider Muslim Ummah. The solidarity of Pakistan is therefore not merely a national concern; it carries broader significance for the collective strength of Muslims worldwide.

Defense Begins with Character

Military preparedness alone cannot guarantee security. The Qur'an repeatedly links victory with righteousness, discipline, patience, justice, and obedience to Allah and His Prophet (SAAW). A morally corrupt society cannot remain secure indefinitely regardless of its military resources.

The Prophet Muhammad (SAAW) cultivated strong individuals before building a strong state. Faith, honesty, sacrifice, discipline, and brotherhood became the foundation upon which Islamic civilization flourished. Every Muslim therefore shares responsibility for strengthening the Ummah through personal reform, family education, social responsibility, professional excellence, and sincere service to society.

Preparing for Every Dimension of Modern Conflict

The nature of warfare has changed dramatically. Today's conflicts extend beyond conventional battlefields into cyberspace, artificial intelligence, economic sanctions, media influence, information warfare, technological competition, and ideological confrontation. Consequently, the command of Surah Al-Anfal requires Muslims to excel in education, research, innovation, digital technologies, artificial intelligence, cyber defense, strategic industries, healthcare, food security, and economic independence. Universities, research institutions, industries, media organizations, and educational systems all become vital components of national defense. The preparation commanded by Allah is therefore continuous and comprehensive.

Conclusion

The campaign launched by Tanzeem-e-Islami serves as a timely reminder that the challenges confronting the Muslim Ummah cannot be addressed through emotional reactions alone. They require strategic vision, unity of purpose, spiritual revival, intellectual excellence, and comprehensive preparedness in line with Prophetic (SAAW) methodology.The Qur'anic command of Surah Al-Anfal is as relevant today as it was more then fourteen centuries ago. Every generation of Muslims must prepare itself—spiritually, intellectually, economically, scientifically, and militarily—to safeguard justice, protect the oppressed, preserve peace, and defend the dignity of the Ummah.

If the Muslim world sincerely embraces the Qur'anic principles of unity, righteousness, and preparedness, it can once again become a source of stability, justice, and hope for humanity. War in Islam is not an end in itself; it is a sacred trust aimed at crushing the forces of evil, make the deen of Allah Prevalen, preserving peace, protecting human dignity, and ensuring that truth and justice prevail.

Islam's Defense Strategy

(The Urgent Need for the Unity and Security of the Muslim Ummah)

Dr Zamir Akhtar Khan

The Muslim world today stands at one of the most critical junctures in its history. From Palestine to Kashmir, from Sudan to Myanmar, and from many other regions where Muslims face oppression and instability, the Ummah is confronted with unprecedented political, military, economic, and ideological challenges. At the same time, many Muslim societies remain internally divided by sectarianism, nationalism, ethnic rivalries, and political disputes, making them increasingly vulnerable to external interference.

It is against this backdrop that **Tanzeem-e-Islami** has launched a countrywide campaign from **31 July to 21 August 2026**, calling upon the Muslim Ummah in general and the people of Pakistan in particular to awaken to their collective responsibilities. The title of this campaign is **"Plight of the Muslim Ummah and path to salvation"**. The campaign emphasizes two inseparable objectives: first, to revive the vision of the unity of the Muslim Ummah; and second, to safeguard the ideological and territorial integrity of the Islamic Republic of Pakistan.

These objectives are not merely political aspirations. They are deeply rooted in the guidance of the Holy Qur'an and the teachings of the Prophet Muhammad (SAAW).

Defense: An Islamic Obligation

Islam is a complete code of life. It has a message of peace, justice, and mercy. However, peace can only be preserved when a nation possesses the strength to deter aggression. The Qur'an does not encourage Muslims to initiate conflict; rather, it commands them to remain adequately prepared so that potential aggressors are discouraged from attacking.

Allah Almighty commands:

"Prepare against them whatever force and cavalry you can muster so that you may deter the enemies of Allah and your enemies, and others besides them whom you do not know but Allah knows. Whatever you spend in the cause of Allah will be repaid to you in full, and you will not be wronged." (Surah Al-Anfal:60)

This remarkable Ayah establishes one of Islam's most comprehensive principles of Ummah's collective security. Preparation is itself a means of preventing war. A strong nation discourages aggression, whereas weakness often invites it.

The Arabic word **"Quwwah" (Power)** mentioned in the above mentioned Ayah carries a comprehensive meaning. It includes military capability, economic resilience, scientific advancement, technological excellence, cyber security, strategic planning, intelligence, industrial self-reliance, and above all, unwavering faith and moral discipline. Thus, Islam's defense strategy extends far beyond weapons alone; it encompasses every form of strength that contributes to the protection of the Ummah.

The Unity of the Muslim Ummah

No defense strategy can succeed without unity.

Allah commands:

"Hold firmly to the rope of Allah all together and do not become divided." (Surah Aal-e-Imran 3:103)

Unfortunately, the Muslim world remains fragmented into competing national, ethnic, and sectarian interests. This fragmentation has significantly weakened the collective position of Muslims in international affairs. The Qur'an repeatedly warns that disunity leads to weakness:

"Do not dispute with one another, lest you lose courage and your strength departs." (Surah Al-Anfal 8:46).

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
KLINIT
1kg
Multi Action
Power Magic
Detergent Powder
DELIVERY
ALL OVER
PAKISTAN
میرا با اعتماد
انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
TWO in ONE ACTION
Whiff
1kg
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
LONG BAR
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.31

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore